عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۸ | ۲ تا ۹ / جمادی الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵ / فروری ۲۰۱۹ء | شمارہ: ۶

شیخ الحدیث
مولانا محمد اللہ جان
رحمہ اللہ

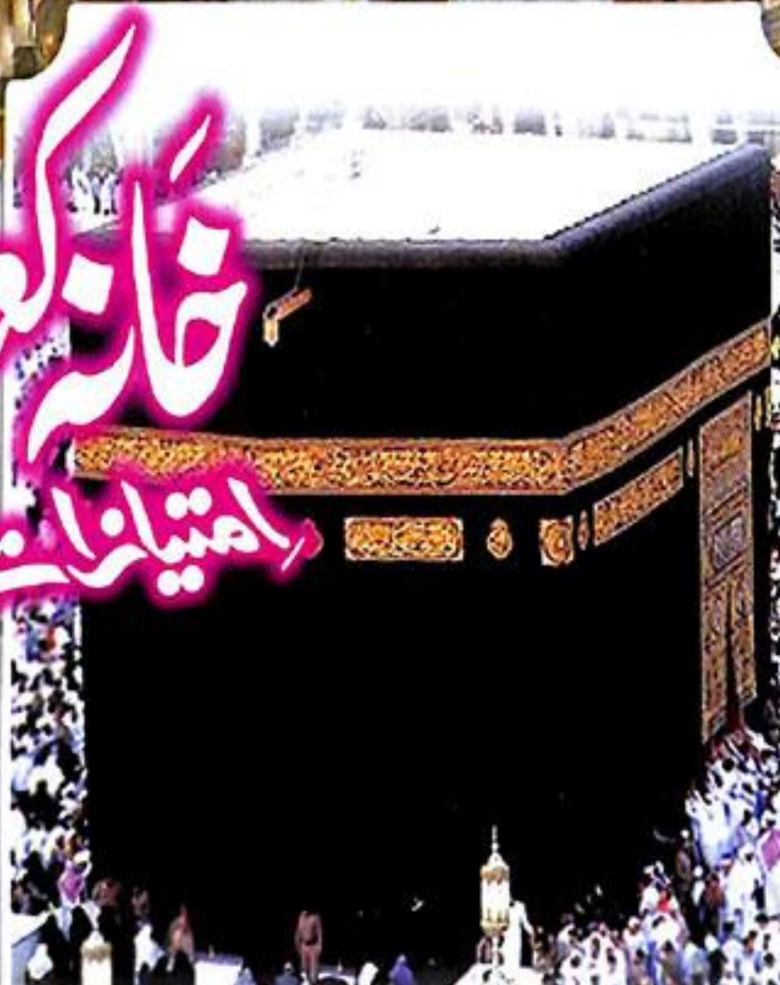

خانہ کعبہ
امتیازات وخصوصیات

امریکا طالبان مذاکرات
ضروری گزارشات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

طلاق بائن سے رجوع کا طریقہ

س:...... چند دن قبل میرے اور میری بیوی کے درمیان کسی بات پر منہ ماری ہوئی، تو بیگم نے غصہ میں آکر طلاق کا مطالبہ کیا، اور کہا اگر مجھ پر آپ کو بھروسہ نہیں تو مجھے اپنے سے جدا کردیں، تو اس پر میں نے بولا کہ جاؤ آج سے تم مجھ سے جدا ہو۔ واضح رہے کہ اس جملہ سے میری نیت طلاق کی تھی۔ اب میں بھی اور بیگم بھی دونوں پریشان ہیں کہ آیا طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہوچکی ہے تو دوبارہ رجوع ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج:...... بصورت مسئولہ آپ کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوچکی ہے۔ میاں بیوی دونوں باہمی رضامندی سے اگر رجوع کرنا چاہیں تو اس کے لئے تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ تجدید نکاح کے بغیر رجوع نہیں ہوسکتا۔ ہدایہ میں ہے:

وبقية الكنايات اذا نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة، وان نوى ثلاثاً كانت وهذا مثل قوله: انت بائن، وبتته، وبتلته الخ (هدايه، ج: ۲، ص: ۳۷۴ باب ايقاع الطلاق، وفي الشامية مع الدر: (قوله بائن) من بان الشيئ، انفصل اى منفصلة من وصلة النكاح او عن الخير. (فتاویٰ شامی، ج:۳، ص:۳۰۰ باب الکنایات، طبع سعید (کراچی) وان كان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد انقضائها لان حل المحلية باق الخ.

(الہدایہ ص:۳۹۹، ج:۲، باب الرجعۃ)

سالی اپنے بہنوئی کی شرعاً وارث نہیں ہوتی

س:...... مفتی صاحب! پوچھنا یہ ہے کہ کیا سالی کو بھی اپنے بہنوئی کی وراثت میں حصہ ملے گا یا نہیں، کیونکہ ہمارے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کی بیوہ اپنی بہن (یعنی مرحوم کی سالی) کے لئے بھی حصہ کا دعویٰ کررہی ہے، کیا اس کا یہ دعویٰ شرعی لحاظ سے درست ہے؟

ج:...... واضح رہے کہ شریعت مطہرہ کی رُو سے سالی کا بہنوئی کی وراثت میں بحیثیت وارث بالکل حصہ نہیں بنتا، سالی کا خود یا اس کی بیوہ بہن کا اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد میں اس کے لئے حصہ کا مطالبہ کرنا شرعاً بالکل درست نہیں، بلکہ یہ ایک ناجائز اور خلاف شرع مطالبہ ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ نے جس طرح وراثت کے حصوں کا تعین فرمایا ہے، اسی طرح ان حصص کے حقدار اور مستحقین کا بھی تعین فرماچکی ہے۔ سالی کا ان حصہ داران میں کہیں بھی ذکر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب.

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۸ ۲ تا ۹ رجمادی الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ تا ۱۵ رفروری ۲۰۱۹ء شمارہ:۶

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

امریکا و طالبان مذاکرات کیلئے ضروری گزارشات	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
خانہ کعبہ... امتیازات و خصوصیات	۷	مولانا اشتیاق احمد قاسمی
"مُحَمَّدیہم" صلی اللہ علیہ وسلم (۲)	۱۱	مولانا بشیر احمد حسینی
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے (۲)	۱۴	جناب محمد متین خالد
تھالی کا بینگن (۵)	۱۹	الحاج اشتیاق احمد مرحوم
مولانا شجاع آبادی کے دعوتی و تبلیغی پروگرامز	۲۱	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ	۲۴	. . . .
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اللہ جانؒ	۲۷	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0459 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

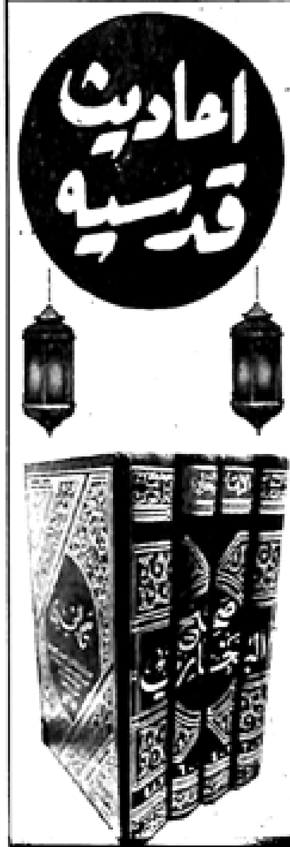

سحبان الہند حضرت
مولانا احمد سعید دہلوی

عقل کی فضیلت

حدیث قدسی ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو ارشاد فرمایا کھڑی ہو، وہ کھڑی ہوگئی پھر فرمایا: پیٹھ پھیر اس نے پیٹھ پھیری، پھر فرمایا: منہ سامنے کر اس نے منہ سامنے کیا، پھر فرمایا: بیٹھ وہ بیٹھ گئی۔ اس تعمیل حکم کے بعد فرمایا: میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر اور نہ کمال میں تجھ سے زیادہ اور نہ خوبیوں میں تجھ سے اچھی پیدا کی، تیری ہی وجہ سے عبادت قبول کروں گا، تیری ہی وجہ سے ثواب دوں گا، تیری ہی وجہ سے میں پہچانا جاؤں گا، تیری ہی وجہ سے عتاب کروں گا، تیری ہی وجہ سے ثواب ہے اور تیری ہی سبب سے عذاب ہے۔ (بیہقی)

علماء کرام نے اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عقل ہی پر ہر قسم کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

مکروہات ومحرمات

حدیث قدسی ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جس نے میرے خوف سے اس کو ترک کردیا تو میں اس کے ایمان میں ایسی صفات پیدا کردوں گا، جس کی لذت وحلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی) یعنی نگاہ کی حفاظت کرے اور جن چیزوں کا دیکھنا حرام ہے ان کو نہ دیکھے تو ایسے محتاط بندے کے ایمان کو ایک خاص کیفیت میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔

حدیث قدسی ۲: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے اور بھلائی کرنے کو لازم کردیا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی کو قتل بھی کرنا ہو تو بھلے طریقہ سے قتل کرو اور اگر کسی جانور کو ذبح کرو، تب بھی اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو لازم ہے کہ ذبح کے وقت اپنی چھری کو تیز کرلیا کرے اور ذبیحہ کو آرام دیا کرے۔ (مسلم)

نماز

حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم دامت برکاتہم

احکامِ میت

س:...... جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تو اس کے قریب کے لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... اس کے قریب کے لوگوں کو اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنی چاہئے۔ سورۂ یٰسین کی تلاوت سے موت کی سختی کم ہوجاتی ہے۔ نیز اس کے پاس بیٹھ کر اتنی آواز سے جس کو مرنے والا سن سکے (لا الٰہ الا اللہ) پڑھنا چاہئے۔ خود مرنے والے کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ تم (لا الٰہ الا اللہ) پڑھو بلکہ اس کے سامنے قریب کے بیٹھے ہوئے لوگ (لا الٰہ الا اللہ) خود پڑھنے لگیں، جب مرنے والا ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پاس والوں کو (لا الٰہ الا اللہ) پڑھنا بند کردینا چاہئے تاکہ دنیا سے جاتے وقت اس کی آخری بات جو منہ سے نکلے وہ (لا الٰہ الا اللہ) ہو، اس کلمے کے پڑھنے کے بعد اگر وہ کوئی اور دنیاوی بات کرے تو پھر پاس بیٹھنے والوں کو دوبارہ (لا الٰہ الا اللہ) پڑھنا شروع کردینا چاہئے، مرنے والا بھی دوبارہ پڑھ لے تو پھر پڑھنا بند کردینا چاہئے۔ اصطلاح میں اس کو تلقین کہتے ہیں۔

س:...... مرتے وقت پاس بیٹھنے والوں کو کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... مرنے والے کو اس طرح سیدھا اور چت لٹادینا چاہئے کہ قبلہ اس کی سیدھی طرف ہو اور مرنے والے کا سر تھوڑا سا قبلہ کی طرف جھکادینا چاہئے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کردینے چاہئیں اور سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو ذرا اونچا کردیا جائے اس طرح بھی قبلہ رخ ہوجائے گا۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک بھی صورت ممکن نہ ہو یعنی اس سے مریض کو تکلیف ہوتی ہو تو اس کو اس کے حال پر بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

امریکا و طالبان مذاکرات کے لئے ضروری گزارشات!

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

امریکا آج کل بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات ہو جائیں، اس کے لئے امریکا کا ایلچی زلمے خلیل افغانستان اور پاکستان کے بار بار چکر لگا رہا ہے، لیکن طالبان کا بے لچک ایک ہی موقف ہے کہ امریکا کا افغانستان سے غیر مشروط انخلاء جب تک نہیں ہوگا ہم کسی اور بات پر مذاکرات کے لئے تیار نہیں۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بزرگ عالم دین حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے آڈیو پیغام میں بہت ہی قیمتی اور عمدہ باتیں ارشاد فرمائی ہیں، بطور اداریہ ان کو یہاں امریکا اور طالبان کے مذاکرات کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب فرماتے ہیں:

"آج کی اخباری خبروں سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ امریکا نے افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات کی جو بات شروع کی تھی اور افغان طالبان نے اس شرط پر کہ وہ براہِ راست امریکا سے مذاکرات کریں گے، کابل انتظامیہ درمیان میں مذاکرات کا حصہ نہیں ہوگی، مذاکرات کی شرکت قبول کر لی تھی اور اس کے لئے تیاریاں جاری تھیں لیکن امریکا نے یہ کہہ کر مذاکرات کے دروازے بند کرنے کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ مذاکرات کے بعد بھی افغانستان میں موجود رہے گا اور افغانستان سے امریکا کی فوجیں نہیں نکلیں گی۔

یہ بات بہت سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس سے زیادہ سمجھ میں نہ آنے والی بات یہ ہے کہ جو عناصر علاقائی سطح پر یا عالمی سطح پر افغان اور امریکا کے درمیان مذاکرات کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اس مرحلہ پر ان کا جھکاؤ امریکا کی طرف دکھائی دے رہا ہے اور وہ امریکا پر دباؤ ڈالنے کی بجائے افغان طالبان پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ امریکا کی یہ شرط منظور کر لیں اور امریکی اتحادی فوجوں کے انخلاء کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا جو جنگ میدان میں سترہ سال کی لڑائی کے باوجود نہیں جیت سکا، اس لڑائی میں وہ مذاکرات کی میز پر افغان طالبان سے ان کی شکست کے پروانے پر دستخط کروانا چاہتا ہے اور اپنی افغانستان میں موجودگی کا جواز ان سے لکھوانا چاہتا ہے، یہ اس کے لئے بھی شرم ناک بات ہے اور اس کی اس بات کی حمایت کرنے والوں کے لئے بھی شرم ناک بات ہے۔

میں ایک سوال امریکی انتظامیہ اور امریکی حکومت سے کرنا چاہوں گا کہ میرے بھائی! اگر تم نے افغانستان سے جانا نہیں ہے تو مذاکرات کا مطلب کیا ہے؟ مذاکرات کیوں کر رہے ہیں آپ؟ لڑتے رہیں۔ وہ بھی لڑ رہے ہیں، آپ بھی لڑتے رہیں۔ مستقبل فیصلہ کرے گا۔ اور اگر آپ نے نہ جانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو یہ مذاکرات کا ڈرامہ رچانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے امریکی حکومت سے میری درخواست ہے، بڑی سوچ سمجھ کر عرض کر رہا ہوں کہ یہ ڈرامہ نہ رچائیں۔ افغانستان سے انخلاء کے بغیر، امریکی اتحادی فوجوں کے انخلاء کے بغیر افغانستان کی قومی خودمختاری، اس کا اسلامی تشخص اور افغانستان میں امن کے قیام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ امریکا خواہ مخواہ ضد نہ کرے۔ یہ میری درخواست امریکی حکومت سے ہے اور یہ بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اگر اسے افغانستان سے جانا نہیں تو مذاکرات کا مطلب کیا ہے، مذاکرات کا ایجنڈا کیا ہے؟ غرض کیا ہے؟

دوسری بات میں ان عالمی اداروں سے اور طاقتوں سے بالخصوص مسلم حکمرانوں سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ میرے بھائی! آپ اس ساری کشمکش میں کچھ خیال کریں۔ مظلوموں کے سہولت کار بنیں۔ اب تو مجھے یہ شک لگنے لگا ہے کہ مسلم حکمرانوں نے روس کے خلاف، سوویت یونین کے خلاف، افغان طالبان کی، مجاہدین کی جو حمایت کی تھی، وہ اپنے بارہ میں یہ تاثر دینا چاہتے ہیں، مسلم حکمران یہ تاثر دینا چاہ رہے ہیں کہ انہوں نے افغانستان میں اپنے افغان بھائیوں کی مدد اسلامی جذبہ کے تحت نہیں کی تھی، مسلمان بھائی ہونے کے ناتے نہیں کی تھی، امریکا کی وجہ سے کی تھی، امریکا کے کہنے پر کی تھی۔ یہی بات ہے کہ وہ سوویت یونین کے خلاف افغان مجاہدین کے سہولت کار تھے اور اس کشمکش میں وہ امریکا کے سہولت کار ہیں۔ یہ کیا صورت؟ یہ کیا قصہ ہے؟ کہاں گئی اسلامی ہمدردی؟ کہاں گئی مسلم امہ؟ کہاں گئی او آئی سی؟

میں مسلم حکمرانوں سے گزارش کروں گا، اللہ کے نام پر، اللہ کے رسول کے نام پر، اسلام کے نام پر کہ اپنے اس دوغلے پن پر نظر ثانی کریں، مسلم حکمران تمام کے تمام بلا استثناء، مظلوموں کے سہولت کار بنیں، ظالموں کے سہولت کار کیوں بنتے ہیں؟ اور اپنے بارہ میں یہ مہر پر مہر کیوں لگاتے چلے جا رہے ہیں کہ وہ اسلام کے لئے، مسلمانوں کے لئے، امت مسلمہ کے لئے اور اپنے بھائیوں کے لئے اب تک کردار ادا نہیں کر رہے۔ امریکا کے کہنے پر کرتے رہے ہیں، امت مسلمہ کے حکمرانوں کے لئے یہ بات بڑی افسوسناک ہے۔

دو درخواستیں میں نے کی ہیں۔ ایک امریکا سے کہ اگر مذاکرات کرنے ہیں تو نکلنے کی گارنٹی دینا ہوگی اور اگر نکلنے کی گارنٹی نہیں ہے تو مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور دوسری درخواست میری عالمی طاقتوں سے بالخصوص مسلمان حکمرانوں سے اللہ کے نام پر، انسانیت کے نام پر، انصاف کے نام پر ہے کہ وہ خدا کے لئے جابروں اور حملہ آوروں کے سہولت کار نہ بنیں، مظلوموں کے سہولت کار بنیں۔ افغان طالبان جو بات کہہ رہے ہیں، جائز ہے، ان کا حق ہے۔ افغانستان کی قومی خودمختاری، افغانستان کی وحدت، افغانستان کے اسلامی تشخص اور افغانستان کی آزادی، اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ امریکی اتحاد افغانستان کو خالی کرے اور افغانستان کی تمام اقوام کو باہمی مل بیٹھ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع دے۔

میں اس موقع پر افغان طالبان سے بھی اپنی یہ گزارش ایک بار پھر دہراؤں گا کہ وہ اسے افغان قومی مسئلہ کے طور پر افغانستان کے تمام حلقوں کے اعتماد میں لینے کی کوشش کریں اور حکمت، حوصلہ اور تدبر کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اللہ پاک مہربانی فرمائے اور افغانستان کی قومی خودمختاری، وحدت، آزادی، اسلامی تشخص اور جہاد افغانستان کے منطقی نتائج کی تکمیل کی اللہ پاک صورت پیدا فرما دے۔ آمین۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ افغانستان کے مسلمانوں پر رحم فرمائے اور اس جنگ کے ماحول سے نکلنے کے لئے ان کے لئے راہیں بنائے اور امت مسلمہ کے تمام حکمرانوں کو اسلام اور مسلمانوں کا دفاع اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

خانۂ کعبہ: امتیازات وخصوصیات

مولانا اشتیاق احمد قاسمی

عرشِ الٰہی کے نیچے ساتویں آسمان پر "بیتِ معمور" (آباد گھر) ہے اور اس کے بالکل برابر زمین پر خانۂ کعبہ ہے، عرش پر فرشتے طواف کرتے ہیں اور فرش پر حضرتِ انسان۔ اوپر آسمان والوں کا کعبہ ہے اور نیچے زمین والوں کا۔ صحیحین کی روایت ہے کہ ہر دن ستر ہزار فرشتے بیتِ معمور کا طواف کرتے ہیں جن کو دوبارہ موقع نصیب نہیں ہوتا۔ خانۂ کعبہ روئے زمین پر سب سے پرانا اللہ رب العزت کا محترم ومکرم گھر ہے، اسے کہیں بیت اللہ، کہیں کعبۃ اللہ، کہیں بیت حرام اور کہیں بیتِ عتیق (پرانا آزاد گھر) سے تعبیر کیا گیا ہے، یہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، اسی کا حج اور اسی کا عمرہ کیا جاتا ہے، سارے عالم کے لئے یہ مرکز رشد وہدایت ہے، خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نسبت عطا فرمائی ہے، یہ اسی مکہ میں ہے جس سے اپنی والہانہ محبت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار فرمایا ہے۔ یہی چہار دانگِ عالم میں بسنے والے مسلمانوں کا قبلہ ہے، اس کی خصوصیات اور اس کے امتیازی اوصاف پر خامہ فرسائی کرنا بہت آسان ہے؛ اس لئے کہ یہ ایک ایسا ہیرا ہے جس کا ہر پہلو تابندہ، درخشندہ اور آنکھوں کو خیرہ کرنے والا ہے۔ ربِّ کعبہ نے اس کی تراش وخراش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، یہی وہ گھر ہے جس کی خصوصیات و امتیازات کو خود ربِ دو جہاں اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے تو دنیا کے کسی گھر کو وہ عظمت ورفعت اور وہ بزرگی و بڑائی کیونکر حاصل ہوگی؛ جو اس گھر کو حاصل ہے۔

دنیا کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے روئے زمین کی ابتدا اسی جگہ سے فرمائی جس جگہ خانۂ کعبہ بنا ہوا ہے، یہ خصوصیت صرف خانۂ کعبہ کو حاصل ہے دنیا کی کسی دوسری جگہ کو نہیں۔ علامہ بیہقی کی شعب الایمان میں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "روئے زمین کا اولین حصہ جو زمین (کی صورت) میں رکھا گیا وہ بیت اللہ کی جگہ ہے، پھر اس سے زمین پھیلائی گئی۔"

خانۂ کعبہ ہی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ وہ روئے زمین میں انسانوں کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے، وہ بابرکت اور انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔"

اس کی تفسیر میں شیخ محمد علی صابونی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے روئے زمین پر جو اولین مسجد بنی وہ مسجد حرام ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔"

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بابرکت ہونے کی صراحت فرمائی ہے، عجیب قدرت خداوندی کا وہاں مظاہرہ ہوتا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے اللہ کے نیک بندوں کے آنے کا سلسلہ بندھا ہوا ہوتا ہے اور حج کے مہینے میں تو مکہ مکرمہ انسانی سروں کا سمندر نظر آتا ہے، وہ جگہ جو بالکل بے آب وگیاہ، بالکل بنجر ہے جہاں کھیتی کا سوال ہی نہیں۔ اس جگہ لاکھوں انسانوں کی ضیافت کا انتظام اور پھر دنیا کے ہر گوشے کا عمدہ کھانا اور اعلیٰ قسم کی مصنوعات کا فراہم ہونا کیا حیرت انگیز نہیں۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض ومناجات میں فرمایا:

ترجمہ: "پس آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دیجئے! اور انہیں پھلوں کی روزی عنایت فرمایئے، تا کہ وہ شکر گزاری کریں۔"

ان کی دعا قبول ہوئی، اللہ تعالیٰ نے سورہ قصص کی آیت نمبر ستاون میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

خانہ کعبہ ہی کی خصوصیت ہے کہ وہاں "مقامِ ابراہیم" ہے، دنیا کی کسی مسجد کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔ یہ وہی پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی، مقام ابراہیم کی صراحت قرآنِ پاک کی آیت میں ہے:

ترجمہ: "اس میں واضح نشانیاں ہیں (جیسے) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا کر دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے دیوار اٹھاتے تھے۔ جب دیوار اونچی ہوگئی تو (ایک روایت کے مطابق) حجرِ اسود کی طرح جنت سے اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر بھیجا، اور یہ بھی منقول ہے کہ خانہ کعبہ کی دیوار جوں جوں اونچی ہوتی گئی یہ پتھر بھی اونچا ہوتا گیا اور جب حضرت کو نیچے اترنا ہوتا تو یہ خود بخود نیچے ہوجاتا تھا۔ غالباً اسی غیرمعمولی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے اور اسے بڑی علامتی حیثیت سے نوازا ہے۔

علامہ صابونیؒ اپنی تفسیر میں حرمین کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں فرماتے ہیں، یہاں بھی مقام ابراہیم، زمزم، حطیم، صفا، مروہ اور حجر اسود کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

ترجمہ: "کیا یہ ساری چیزیں خانہ کعبہ کی فضیلت پر واضح دلیل نہیں ہیں؟ اور (کیا یہ چیزیں کھل کر نہیں بتارہی ہیں کہ) خانہ کعبہ ہی کو سب سے زیادہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کا قبلہ مقرر ہو؟"

دنیا میں انسانوں کے لئے جو سب سے بڑی نعمت ہے وہ امن وسکون اور اطمینان وعافیت ہے، یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر میں رکھی ہے۔ مقامِ ذکر میں بھی یہ نعمت بالواسطہ موجود ہوتی ہے، مسلمانوں کو اپنے گھروں سے زیادہ مسجدوں میں اطمینان وسکون نصیب ہوتا ہے، تو وہ مسجد جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے زیادہ باعظمت بنایا ہے اس میں سکون واطمینان اور عافیت وآرام کا سب سے زیادہ ہونا ایک بدیہی بات ہے اور جب خود اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق فرمائیں تو کیا کہنا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوگیا، وہ مامون ہوگیا۔"

اس تصدیق کے بعد خانہ کعبہ کے ممتاز جائے امن ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آیاتِ بینات (واضح نشانیوں) کے ضمن میں اس کو بیان فرمایا ہے، اہلِ مکہ کو اس امن وامان کا بارہا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ "اصحابِ فیل" نے مکہ اور اہلِ مکہ کو تاخت وتاراج کردینے کا منصوبہ بنایا، انہوں نے چاہا کہ بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں؛ مگر اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی پوری فوج کو کیفرِ کردار تک پہنچادیا، ان سب کے پرخچے اڑادیے، سب کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنادیا (سورۂ فیل) سورۂ قریش میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کو جتایا ہے اور بندوں کو اپنی عبادت کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور سورۂ قصص میں اس طرح فرمایا:

ترجمہ: "کیا ہم نے ان کو امن والے گھر میں نہیں جمایا۔"

مکہ کے اردگرد علاقوں میں لوگوں پر شب وروز غارت گری ہوتی تھی، ان کی عزت وآبرو، اُن کا مال ومتاع اور ان کی جانِ عزیز پر ہر لمحہ خطرے منڈلاتے رہتے تھے، اہلِ مکہ کو متوجہ کیا گیا کہ اس نعمت کا تم شب وروز مشاہدہ کررہے ہو؛ اس لئے اس منعمِ حقیقی کے سامنے کیوں نہیں جھک جاتے، سورۂ عنکبوت کی آیت تلاوت فرمائیے:

ترجمہ: "کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے (ان کے لئے) پرامن حرم بنایا ہے جب کہ ان کے اردگرد سے اُچک لئے جاتے ہیں۔"

خانہ کعبہ ہی کی خصوصیت ہے کہ پوری دنیا کے لوگ اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں، اگر کوئی مسلمان نماز میں قبلہ کا رخ نہ کرے، جان بوجھ کر کسی دوسری سَمت میں نماز پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر گوشے میں رہنے والے مسلمان کو قبلہ کی طرف رخ کرنے کا لازمی اور واجبی حکم ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: "اور تم جہاں کہیں بھی رہو، اسی کی طرف اپنا رخ کرو!"

صرف نماز میں ہی نہیں مختلف نیک اعمال میں قبلہ کی طرف رخ کرنا مستحب اور بہتر ہے۔ مثلاً: وضو، دعا اور تلاوت وغیرہ۔ قبلہ کی بے حرمتی ناجائز اور مکروہ ہے، غسل کے وقت اور ننگے ہونے کی حالت میں قبلہ رخ ہونا مکروہ ہے؛ بلکہ قبلہ کی طرف پیر کرنا بھی بے ادبی ہے، اگر کوئی لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو چہرہ قبلہ کی طرف کرنے کے لئے تکیہ وغیرہ کا سہارا لگالے گا؛ تاکہ نماز میں چہرہ کعبہ کی طرف رہے؛ لیکن پیر سمیٹ لے گا؛ تاکہ قبلہ کی بے ادبی سے بچ جائے، ہاں! اگر پیر سمیٹنے پر قادر نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ مرنے کے بعد بھی مردے کو قبلہ رخ رکھا جاتا ہے، دفن کرتے وقت بھی قبلہ رخ کیا جاتا ہے، قبلہ کا احترام واہتمام زندگی کے بہت سے گوشوں میں شامل

ہے۔غرض یہ کہ خانۂ کعبہ کا احترام ہر جگہ ضروری ہے، خواہ آدمی مکہ مکرمہ میں رہ رہا ہو یا اس سے دور دراز دنیا کے کسی بھی گوشے میں رہ رہا ہو۔

خانۂ کعبہ کے احترام کے پیش نظر سرکار دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف رخ کرکے یا پشت کرکے قضائے حاجت کرنے کو منع فرمایا، خواہ انسان آبادی میں ہو یا میدان اور بیابان میں، ہر صورت میں مکروہِ تحریمی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”جب تم لوگ قضائے حاجت کے لئے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو رخ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو!“

ذبح کے بعد ہی حلال جانوروں کا کھانا جائز ہے، ذبح کے وقت بھی جانور کو قبلہ رخ کرنا مستحب ہے، خواہ ذبح عقیقہ اور قربانی کے لئے ہو یا محض گوشت کھانے کے لئے ہر ایک کا حکم برابر ہے۔قربانی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی فضیلت بھی ارشاد فرمائی ہے، آپ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”قربانی کرو اور خوش دلی سے کرو؛ اس لئے کہ جو بھی مسلمان اپنے قربانی کے جانور کو قبلہ رخ کرتا ہے، اس کا خون، لید اور اون سب چیزیں قیامت کے دن اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں شمار ہوں گی۔“

خانۂ کعبہ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہے، اس طرح عرش سے بیتِ معمور پھر بیت العزت (آسمانِ دنیا کا کعبہ) اور پھر بیت اللہ پر انوار و برکات کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے، بیہقی کی روایت ہے کہ بیت اللہ پر ہر دن ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں پر اور چالیس رحمتیں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس رحمتیں ان باتوفیق مردانِ خدا پر نازل ہوتی ہیں جو خانۂ کعبہ کو صرف دیکھتے رہتے ہیں۔

جب آدمی کی نظر خانۂ کعبہ پر پڑتی ہے تو وہ روحانی، ایمانی اور رحمانی احساسات کے ساتھ پڑتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دیکھنے والا رحمت کی بارش میں بالکل نہالیتا ہے، اس وقت اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ایک موقع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے نماز پڑھی اور دعا فرمائی تھی، اس وقت ہر مومن کے دل میں عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ہر ایک ایمانی اور روحانی جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اس وقت کی دعا بالکل عرش پر چلی جاتی ہے، رد نہیں ہوتی، یہ خصوصیت صرف اور صرف خانۂ کعبہ کو حاصل ہے۔

خانۂ کعبہ ہی ایسا گھر ہے جس کا طواف صرف مشروع ہی نہیں؛ بلکہ اہم ترین عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ خانۂ کعبہ کے علاوہ کسی گھر، کسی مقام، یا کسی عمارت کا طواف جائز نہیں، حرام اور ممنوع ہے، قبروں کا طواف کرنے والے بدعتی ہیں، ان کی گمراہی میں شبہ نہیں۔طواف کعبہ سے گناہ معاف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جہنم سے آزادی حاصل ہوتی ہے؛ اس لئے بھی خانۂ کعبہ کو ”بیت عتیق“ (آزاد گھر) کہا جاتا ہے کہ اس کا طواف دوزخ سے آزادی کا سبب ہے۔

غلاف کعبہ صرف کعبہ شریف پر ہی ڈالا جاتا ہے، دنیا کی کسی اور مسجد پر نہیں ڈالا جاتا، اس کی ابتدا کس سے ہوئی اس سلسلے میں ایک تاریخی روایت تو یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیلؑ نے خانۂ کعبہ پر غلاف ڈال کر اسے زینت بخشی اور دوسری روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے یمن کے بادشاہ تبع اسعد حمیری نے خانۂ کعبہ پر غلاف ڈالا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ خانۂ کعبہ کو منہدم کرنے کی نیت سے آرہا تھا کہ راستے میں سخت آندھی نے آ پکڑا، اس نے دو اہل کتاب عالم (احبار) سے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ ارادہ ترک کرنے اور خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا حکم دیا۔اس طرح یہ مبارک سلسلہ شروع ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اس بادشاہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا اور وجہ خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھانا بیان فرمائی۔

زمانۂ جاہلیت میں قریش یوم عاشورہ (دسویں محرم) کو غلاف تبدیل کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یمنی چادر چڑھائی تھی، یہ سلسلہ خلفائے اربعہ کے دور میں بھی جاری و ساری رہا۔حضرت امیر معاویہؓ نے سال میں دو مرتبہ اور خلیفہ مامون نے تین مرتبہ غلاف کعبہ کی تبدیلی کا اہتمام کیا اور اب تو اس کے لئے ایک مستقل فیکٹری ہے، جہاں نہایت ہی اہتمام سے غلاف تیار ہوتا ہے اور ہر سال یوم الترویہ (۹/ذوالحجہ) کو تبدیل کیا جاتا ہے، اس میں عالم اسلام کی ممتاز شخصیات مدعو کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی عظمت سے اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کو مربوط کر رکھا ہے۔ان شاء اللہ یہ سلسلہ

قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

خانہ کعبہ کی ظاہری خصوصیت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرما دیا ہے، حضرت جبرئیلؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی ایڑی کے پاس اپنا پر مارا اور یہ چشمہ جاری ہوگیا، حضرت ہاجرہؓ نے زمزم سے موسوم کردیا، اس پانی میں اللہ نے غذائیت بھی رکھی ہے اور سیرابی کی صلاحیت بھی، اس کا پینے والا جس نیت سے پیتا ہے اس کی مراد پوری ہوجاتی ہے۔ ظاہری اور باطنی بیماری کے لئے شفا کا ذریعہ بھی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جب مدینہ لوٹتی تھیں تو زمزم ساتھ لے جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمزم ساتھ لے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حجاج کرام اپنے ساتھ زمزم لاتے ہیں اور اس کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی مشرف فرماتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی ہی خصوصیت اور اس کا امتیاز ہے کہ اس میں جنت سے آیا ہوا پتھر نصب کیا ہوا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ’’حجر اسود جنت سے اترا ہے اور اس وقت وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، پس اس کو انسانوں کی خطاؤں نے میلا کردیا۔

تاریخی روایات میں ہے کہ جب آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تو جنت کی نشانی کے طور پر ان کو وہ پتھر دیا گیا تھا، پھر وہ کعبہ کے ایک کونہ میں لگا دیا گیا۔‘‘

یہ عجیب وغریب شان کا پتھر ہے، اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس شان سے نئی زندگی دیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے برحق طور پر اس کو چھویا ہے، یعنی حجر اسود دیکھنے میں اگرچہ پتھر ہے؛ مگر اس کی ایک خصوصیت ہے، وہ اس شخص کو پہچانتا ہے، جو بہ نیتِ تعظیم اس کا استلام کرتا ہے اور قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بیت اللہ شریف گویا روحانیت سے بھرا ہوا ہے اور حجر اسود اس کا ایک جز ہے، پس ضروری ہے کہ اس کو آخرت میں وہ چیز دی جائے جو زندوں کی خاصیت ہے یعنی آنکھیں اور زبان دی جائے کیوں کہ جو پتھر مدتِ دراز تک الطافِ الٰہی کا مورد رہا ہو، اگر وہ آخرت میں ذی عقل مخلوق بن جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

☆☆..........☆☆

مولانا رب نواز کا سانحۂ ارتحال

مدرسہ تعلیم القرآن فتح پور ضلع لیہ کے بانی و مہتمم مولانا رب نواز تقریباً اسّی سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ موصوف جامعہ قاسم العلوم ملتان کے فاضل، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، اور حضرت مولانا شیخ محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ غالباً ۱۹۶۰ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔

علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد تین سال تک سرگودھا اور کچھ عرصہ چک نمبر ۹۹ کروڑ روڈ لیہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں فتح پور میں مدرسہ تعلیم القرآن کا آغاز کیا اور مدرسہ کا سنگ بنیاد مناظر اسلام مولانا علامہ دوست محمد قریشیؒ صدر تنظیم اہلسنت پاکستان سے رکھوایا۔ آپ مناظر اسلام علامہ عبدالستار تونسویؒ، علامہ دوست محمد قریشی کے معتمد علیہ رفقاء میں سے تھے۔

اصلاحی تعلق ہمارے حضرت مولانا عبدالحئی نقشبندی بہلویؒ، خلیفہ حضرت لاہوریؒ، مولانا خلیفہ غلام رسولؒ ڈیرہ اسماعیل خان، مدینہ طیبہ کے مولانا محمد جامیؒ سے رہا اور تینوں بزرگوں نے انہیں مختلف سلسلوں میں اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ فتح پور میں اہل حق کے نمائندہ تھے۔

۱۹۷۰ء سے جمعیت علماء اسلام کے ساتھ منسلک چلے آرہے تھے، کئی مرتبہ جمعیت کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں بھی حصہ لیا اگرچہ کامیاب نہ ہوسکے۔ تاہم مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت کی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا، قید وبند ان کے قدموں کو ڈگمگا نہ سکے۔ ایسے ہی انہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ تقریباً پینتیس سال جمعیت علماء اسلام کے امیر رہے۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور جمعیت علماء کے خورد و کلاں کا مرکز فتح پور میں آپ کا مدرسہ تھا۔ عمائدین جمعیت بارہا تشریف لائے۔ نیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ اور دیگر مبلغین علاقہ میں جب بھی تشریف لاتے۔ (باقی صفحہ ۱۸ پر)

مُحَمَّدِیم صلی اللہ علیہ وسلم

عبرانی بائبل کے عہد نامہ قدیم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک بشارت

تحقیق وتبصرہ: حضرت مولانا بشیر احمد حسینی، شورکوٹ

(قسط:۴)

مرسلہ: خالد محمود، سابق یو نیل کندن

پنجم: یہ کہ عبرانی میں ''مُحَمَّدِیم'' اسم معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے۔

جب بائبل کے اردو نسخہ سے ''مُحَمَّدِیم'' کا ترجمہ ''واحد'' ثابت اور ظاہر ہوگیا تو اس سے پادری صاحب کی یہ سب باتیں (بمعنے، راحبا، جمع اور نکرہ وغیرہ) غلط ثابت ہوگئیں۔ نتیجہ یہ کہ ''مُحَمَّدِیم'' میں ''مُحَمَّد'' اسم معرفہ، اس میں حروف ''ی اورم'' جمع کے لئے صرف ادب و احترام کے پیش نظر استعمال کئے گئے ہیں۔

بہر حال یہ بات تو نہایت ستھری اور نکھری ہوئی ہے کہ زیر نظر بشارت کی ان آیات (۱۰، ۱۱، ۱۶) میں ایک خاص وجود مبارک کے لئے بشارت موجود ہے، اس سے بھی یہ حقیقت خود بخود درخشاں و تاباں ہوجاتی ہے کہ اس جگہ لفظ ''مُحَمَّد'' خاص اور ''اسم معرفہ'' ہے اور ''ی، م'' کو جمع کے واسطے عزت وعظمت کے لئے لایا گیا ہے۔

پادری صاحب کا عجیب حال ہے کہ صرف لفظ ''مُحَمَّدِیم'' پر اپنی علمی قوت وطاقت صَرف کر رہے ہیں۔ اس کے سیاق وسباق کی طرف منہ نہیں کرتے بلکہ خوف کھاتے ہیں۔ حالانکہ اگر صاف نیت سے اس لفظ کے سیاق وسباق پر سرسری نظر ڈالی جائے تو مطلع صاف اور بے غبار نظر آتا ہے، کیونکہ جن علامات وصفات کا تعلق ''مُحَمَّدِیم'' سے ہے وہ جمع نہیں بلکہ تمام واحد بیان کی گئی ہیں:

''میرا محبوب سرخ وسفید ہے
ہاں وہ دس ہزار میں ممتاز ہے
اس کا سر خالص سونا ہے
اس کی زلفیں اس کا منہ ازبس شیریں ہے
وہ سراپا عشق انگیز ہے
یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔''

ہے۔ اس کی بات کی تائید وتصدیق بشارت کے سیاق وسباق سے بھی ہوتی ہے۔

صرف ہم اہل اسلام ہی اس بات کے قائل نہیں بلکہ اقوام عالم اور دنیا بھر میں یہ بات مشہور ومعروف اور شہرۂ آفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اور نام عالی حضرت ''مُحَمَّد'' صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس لفظ کے مصداق

> **حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحبؒ نے عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیم'' کا صحیح ترجمہ یہ لکھا ہے: ''وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے، میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے۔ اے دختران یروشلم۔''** (رحمۃ للعالمین، ج:۱، حاشیہ:۱۵۰)

زیر بحث بشارت کے خط کشیدہ الفاظ لفظ ''مُحَمَّدِیم'' سے تعلق رکھتے، اسی کے حق میں استعمال ہوئے اور صرف اسی کی بابت بولے گئے ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب یہ تمام الفاظ واحد ہیں تو صرف لفظ ''مُحَمَّدِیم'' جمع کیوں ہے؟ اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عزت وعظمت اور تکریم و تعظیم کے اظہار کے لئے یہ لفظ جمع میں ارشاد فرمایا

ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر پادری صاحب کی باتیں کم قدر، بے وزن اور من پاپی عذر ہزار کی مصداق ہیں۔

اعتراضات کے جوابات:

پادری صاحب لکھتے ہیں:

''یہی لفظ صیغہ جمع میں ہوسیع ۹:۶، ۱۱، سلاطین ۲۰:۶، نوحہ ۱:۱۰و۲، ۴:۳، دیوایل ۵:۴، ویسعیاہ ۶۴:۱۰و۲ و تواریخ ۲، ۳۶:۱۹ وحزقی ایل ۲۴:۱۶ او ۲۱ و ۲۵ میں استعمال کیا گیا ہے۔ حزقی

ایل ۱۶:۲۴ میں ''تیری آنکھ کی پیاری'' کا مفہوم ایک عورت ہے، یعنی اس سے حزقی ایل کی زوجہ مراد ہے۔ (دیکھو ۱۸ویں آیت) اور پھر اس سے بت پرست یہودیوں کے بیٹے و بیٹیاں مراد ہیں (دیکھو آیت:۲۵ویں)۔''

(میزان الحق، حصہ سوم، باب:۲)

ان تمام حوالہ جات کی کل تعداد ۱۲ ہے۔ ہم ان کی بابت بانگ دہل کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے عبرانی بائبل سے ان تمام حوالہ جات کو نکال کر دیکھ لے کہ ان میں سے کسی ایک حوالہ میں بھی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' موجود نہیں۔ افسوس کہ پادری فانڈر صاحب نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پرخاش کی وجہ سے اپنی الہامی کتاب پر جھوٹ فرمانے سے بھی پرہیز اور گریز نہیں کیا۔

علاوہ ازیں ''کلید الکتاب'' میں ''ع'' کے تحت ص:۴۴۰ پر ''عشق انگیز'' کو بائبل کے صرف دو مقامات میں ظاہر کیا گیا ہے:

اول: غزل الغزلات باب ۵:۱۶ دوم، حزقی ایل، باب:۱۶: آیت:۸۔

اب جبکہ مترجمین بائبل نے عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' کا ترجمہ اردو میں ان دونوں مقامات میں ''عشق انگیز'' کیا ہے تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مذکورہ بالا لفظ دونوں مقامات میں عبرانی لفظ بھی ایک ہی ہوگا اور غزل الغزلات (باب:۵، آیت:۱۶) سے ظاہر ہے کہ وہ لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' ہے اور حزقی ایل (باب:۱۶، آیت:۸) میں بھی یہی لفظ ضرور ہونا چاہئے مگر اس آیت میں یہ لفظ موجود نہیں۔

لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' کا پہلا حرف ''م'' یعنی یہ لفظ حرف ''م'' سے شروع ہوتا ہے اور حزقی ایل باب سولہ کی آٹھویں آیت میں کل عبرانی الفاظ اکیس ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ ان میں سے کسی لفظ کے شروع میں ''م'' نہیں۔ لہٰذا اس میں اس لفظ کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الغرض ''کلید الکتاب'' سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' صرف غزل الغزلات (باب:۵، آیت:۱۶) میں ہی پایا جاتا ہے اور بائبل کی کسی کتاب میں نہیں۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ ''کلید الکتاب'' کے مصنفین (مسیحی علماء) نے بھی پادری صاحب کے ان تمام حوالہ جات میں لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' ہونے کی تردید اور ہمارے قول یعنی اُن تمام مقامات میں لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' نہ ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:

''اگر غزل الغزلات میں اس لفظ کو حضرت محمدؐ پر چسپاں کیا جاتا ہے، تو اُن دوسرے مقامات پر بھی انہیں پر چسپاں کرنا مناسب ہوگا۔'' (میزان الحق، حصہ سوم، باب:۲)

موصوف نے جن حوالہ جات کو اپنے دلائل میں پیش کیا ہے، جبکہ عبرانی بائبل سے یہ بات خوب روشن ہے کہ لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' ان مقامات میں سرے سے موجود ہی نہیں تو اسے چسپاں کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا موصوف کا یہ اعتراض قابل سماعت نہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:

''عربی زبان میں حمد سے بہت سے الفاظ مشتق ہیں، لیکن محض اس بنا پر ان سب سے حضرت محمدؐ مراد نہیں ہیں۔ کوئی جاہل مسلمان یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حضرت محمدؐ کا اسم مبارک سورۂ فاتحہ میں موجود ہے، کیونکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں لفظ حمد پایا جاتا ہے اور اسی طرح سے شاید کوئی ہندو یہ کہنے کی جرأت کرے کہ رام یا اس کے کسی اور معبود کا نام قرآن میں موجود ہے، کیونکہ سورۃ الروم میں یوں مرقوم ہے: غُلِبَتِ الرُّوْمُ اور عربی لغت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ روم، رام سے مشتق ہے۔ اس قسم کی دلائل کو پیش کرنا ہرگز ہرگز اصحاب علم و فہم کی شایانِ شان نہیں ہے۔''

(میزان الحق، حصہ سوم، باب:۲)

پادری صاحب کے خط کشیدہ الفاظ اس امر کے بین دلائل اور واضح ثبوت ہیں کہ موصوف کے نزدیک ہمارے دعویٰ کی بنا یہ ہے کہ عبرانی لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' لفظ ''حمد'' سے مشتق اور عربی لفظ ''محمدؐ'' بھی لفظ ''حمد'' سے مشتق ہے، چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک حضرت ''محمدؐ'' صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لئے آپؐ اس بشارت کے مصداق ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دعویٰ کی بنیاد یہ نہیں ہے۔ پادری صاحب ہمارے دعویٰ کی بنیاد سے یا تو سرے سے بے علم ہیں یا علم رکھنے کے باوجود بشارت اور اس کے مصداق پر اس لئے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اس بشارت سے ثابت نہ ہو سکے۔

موصوف کو یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہمارے دعویٰ کی بنا ان کے خط کشیدہ الفاظ ہرگز ہرگز نہیں، بلکہ ہمارے دعویٰ کی بنا اور بنیاد یہ ہے کہ بشارت کی صفات، علامات اور لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' جو ادب واحترام

کی وجہ سے جمع بولا گیا ہے۔ درحقیقت یہ لفظ واحد (محمد) اور اسم معرفہ ہے، اسی معقول وجہ سے بائبل کے اردو نسخہ میں اس کا ترجمہ ''واحد'' کیا گیا ہے، چونکہ بشارت کی یہ تمام باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب صادق آتی ہیں اور اچھی طرح سے آپ پر منطبق ہوتی ہیں، اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس بشارت کے مصداق ہیں اور یہی باتیں ہمارے دعویٰ کی بنیاد ہیں، کہاں بشارت اور اس کے مصداق کی بات اور کہاں عبرانی وعربی الفاظ کے مشتق ہونے کی بحث؟ کہاں رام رام اور کہاں ٹیں ٹیں۔ پادری صاحب ان باتوں میں فرق نہیں کرتے، حالانکہ ان باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ان باتوں میں فرق نہ کرنا ہرگز ہرگز اصحاب علم وفہم کی شایانِ شان نہیں ہے۔

قارئین کرام! گو پادری صاحب کا ترکش تیروں سے خالی اور موصوف کے اعتراضات ختم ہوچکے ہیں مگر ہمارا ذوق یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے دعویٰ کی صداقت پر مزید ایسے قوی اور ٹھوس دلائل تحریر کریں، جن سے آپ کو دودھ کا دودھ پانی کا پانی نظر آئے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' کے ترجمہ کی ضرورت نہیں:

عبرانی بائبل سے زیر بحث بشارت کا اردو بائبل میں یہ ترجمہ کیا گیا ہے:

''ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔
اے یروشلم کی بیٹیو!
یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا۔''

حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحبؒ نے اس ترجمہ کو غلط قرار دیا اور عبرانی کے الفاظ اردو رسم الخط میں نقل کرکے ان کا صحیح ترجمہ یہ لکھا ہے:

''وہ تو ٹھیک محمدؐ ہے
میرا خلیل میرا حبیب یہی ہے۔
اے دختران یروشلم۔''

(رحمۃ للعالمین، ج:۱، حاشیہ:۱۵۰)

مگر مسیحی علماء اس ترجمہ کو تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ ایسا کرنا ان کی زبردست علمی غلطی ہے، کیونکہ لفظ ''مُحَمَّدِیْم'' بطور بشارت، خاص اور اسم معرفہ بیان کیا گیا ہے، اس لئے اس لفظ کے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔ پادری فانڈر صاحب اس لفظ کا ترجمہ ''جمع'' کی صورت میں ''راحتہا'' کرتے اور دیگر مسیحی علماء اور مترجمین بائبل اس کا ترجمہ ''واحد'' کی صورت میں ''عشق انگیز'' کرتے ہیں۔ یہ مقام نہایت ہی قابل غور ہے کہ مسیحی علماء کا اس لفظ کے ترجمہ پر اندرون خانہ اتفاق نظر نہیں آتا، بالفاظ دیگر پادری فانڈر صاحب مترجمین بائبل کے ترجمہ کو جھٹلاتے ہیں اور مترجمین بائبل موصوف کے ترجمہ کی تکذیب کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک یہ دونوں ہی سچے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس لفظ کا ترجمہ کرنا ستم اور ستم پہ ستم یہ کہ اس کا غلط ترجمہ کرنا۔ یہ دونوں باتیں حق کے مترادف ہیں۔ پس صحیح ترجمہ یہ ہے:

''وہ تو ٹھیک محمد ہے۔''

اس صحیح ترجمہ کے پیش نظر اس بشارت کے مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

بشارت کے مصداق پر ایک عجیب دلیل:

''یہ ہے میرا محبوب، یہ ہے میرا پیارا۔''

یہ ترجمہ دراصل یوں ہے:

''یہ میرا محبوب ہے اور یہ میرا پیارا ہے۔''

اردو بائبل میں گو لفظ ''اور'' موجود نہیں، مگر مندرجہ ذیل بائبل کے نسخہ جات میں یہ لفظ موجود ہے:

نسخہ عربی ۱۹۵۶ء میں ''وَ''
نسخہ فارسی ۱۹۵۹ء میں ''وَ''
R.S.V نسخہ انگریزی ۱۹۷۴ء میں "and" (اینڈ)
نسخہ عبرانی ۱۹۵۸ء میں ''ו''

عبرانی نسخہ میں بشارت میں دو مرتبہ זה (زہ) کا لفظ موجود ہے اور دوسرے عبرانی لفظ ''زہ'' سے پہلے حرف ו (و) موجود ہے۔ پس ہم نے ترجمہ میں جو لفظ ''اور'' تحریر کیا وہ صحیح ہے۔

بشارت کے مندرجہ بالا الفاظ میں ''یہ'' کو دو مرتبہ لکھا گیا ہے اور جو لوگ اردو علم وادب سے ذوق رکھتے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ''یہ'' اسم اشارہ اور اسے قریب کے اشارہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ الفاظ ''محبوب'' اور ''پیارا'' واحد ہیں۔ پس اس حقیقت کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''یہ'' کو کس قریبی اسم کی طرف بطور اشارہ استعمال کیا گیا ہے؟ تو عقل وعلم اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ لفظ صرف ''مُحَمَّدِیْم'' جس کا واحد ''مُحَمَّد'' ہے۔ پس اس اسم اشارہ سے بھی یہی صداقت سامنے آتی اور یہی حقیقت دکھائی دیتی ہے کہ زیر بحث بشارت کا اسم پاک چونکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب صادق آتا ہے۔ اس لئے اس بشارت کے مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ (جاری ہے)

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

گزشتہ سے پیوستہ

جناب محمد متین خالد

ہمارے خیال میں معزز عدالت کی مذکورہ سفارش قانون اور انصاف کے تمام اصولوں کے منافی ہے۔ پاکستان میں جہاں عدالتی نظام انحطاط کا شکار ہے، جہاں مدعی کو کوئی تحفظ حاصل نہیں۔ جہاں کمرہ عدالت میں گواہوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں، جہاں عدالتوں کے احاطہ میں فریق مقدمہ کو قتل کردیا جاتا ہے اور مخالفین کو موت کے سپرد کرنا معمول بن چکا ہے، وہاں ایسی ترمیم سے اس قانون کے تحت توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے کے تمام دروازے بند ہوجائیں گے۔ بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ اگر اس کی شکایت مسترد کردی گئی تو خود اسے بھی سخت سزا کا مستوجب گردانا جائے گا۔ ان حالات میں کون شکایت درج کرانے کے لئے آگے آئے گا؟ مزید برآں جب نہ صرف اعلیٰ سرکاری حکام بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہمدردیاں بھی کروڑوں مسلمانوں کے بجائے، توہین رسالت کے مرتکب افراد کے ساتھ ہوں گی تو مسلمانوں کے لئے کوئی قابل عمل قانونی مداوا ہی نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں محترم جسٹس صاحب توہین رسالت کے مذکورہ واقعات پر ملزمان کے خلاف کوئی ایکشن نہ لینے پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی بے حسی اور مجرمانہ خاموشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’یہ امر باعث افسوس ہے کہ FIA اور اسلام آباد پولیس نے معاملے کی حساسیت کی آڑ لے کر اپنی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کی اور اس طرز عمل سے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے عناصر کی حوصلہ افزائی ہوئی، جس بنا پر پوری امت مسلمہ اور پاکستانی قوم، کرب و اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہوگئی۔‘‘

(PLD 2017 Islamabad 218/ 348)

پھر مجوزہ سفارش جس کے تحت غلط شکایت کرنے والے کے لئے سزا تجویز کی گئی ہے، بلاضرورت اور بلا جواز ہے۔ کیونکہ پاکستان کے ضابطہ تعزیرات اور ضابطہ فوجداری میں جھوٹی شکایت جس کا مقصد کسی دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا ہو، دینے والے کے خلاف سزا کی دفعات پہلے ہی موجود ہیں۔ مثلاً تعزیرات پاکستان کی دفعہ 194 میں درج ہے:

’’جو کوئی شخص جھوٹی گواہی دے یا اس کی غلط بیانی اس بات کے احتمال کے علم کے ساتھ کرے کہ اس کے باعث کسی شخص کو کسی ایسے جرم میں سزایاب کرائے جو فی الوقت نافذ العمل قانون کی رو سے سنگین ہو تو اسے عمر قید کی سزا یا قید بامشقت جس کی میعاد 10 سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانے کی سزا کا مستوجب بھی ہوگا اور اگر مذکورہ گواہی کے سبب کوئی بے گناہ شخص سزایاب ہو کر پھانسی پا جائے تو اس شخص کو جس نے جھوٹی گواہی دی ہو، سزائے موت دی جائے گی۔‘‘

اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182، 193، 195، 203 اور 211 میں بھی جھوٹی شہادت یا غلط رپورٹ درج کروانے والے کے لئے کڑی سزا موجود ہے۔ اگر حکومت یہ سمجھتی ہے کہ ان دفعات میں سزا کم ہے تو اس میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے اور قذف کی طرح کوڑوں کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

تعزیرات پاکستان میں مذکورہ بالا دفعات کے ہوتے ہوئے معزز عدالت کو ایک نئے قانون کی سفارش کرنے سے احتراز کرنا چاہئے تھا۔ پاکستان میں قتل، بدکاری، ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، دہشت گردی اور منشیات کی خرید وفروخت کے لئے نہایت سنگین سزائیں موجود ہیں۔ یہاں خاندانی دشمنیاں اور سیاسی رقابتیں عروج پر ہیں۔ ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ان جرائم میں بے گناہ اشخاص کو دشمنی اور عداوت کی بنا پر آسانی سے ملوث کرلیا جاتا ہے۔ آخر ان سنگین جرائم کی تفتیش کا کام ایس پی کے سپرد کیوں نہیں؟ اور ان جرائم میں بے گناہ لوگوں کو ملوث کرنے کے خلاف اعلیٰ عدلیہ نے قانون سازی کیوں نہ کی؟ یہ بھی یاد رہے کہ ضابطہ فوجداری میں گستاخ رسول کے خلاف مقدمہ کو ایس پی کی تفتیش سے ملزوم اور

مشروط کردیا گیا ہے۔ جس سے یہ ضابطہ، قانون کی کتابوں میں تو موجود ہے مگر عملاً غیر موثر ہوکر رہ گیا ہے۔ یہاں تو متعلقہ ایس ایچ او کو ملنا محال ہے، ایس پی تک رسائی کیسے ہوگی؟ ایس پی تو اپنے علاقے کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اس سے تو طاقتور ترین ایس ایچ او بھی بات کرنے سے گھبراتا ہے۔ یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرض کیجئے کہ ایک قادیانی ایس پی توہین رسالت کے مقدمہ کی تفتیش کرتا ہے۔ کیا اس سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ کسی قادیانی کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا حکم دے۔ یہاں تو الٹا بے چارہ مدعی ہی پھانسی چڑھ جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ معزز عدلیہ کی مذکورہ بالا سفارش سے قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کے امکانات ختم ہوجائیں گے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قانون توہین رسالت ہی وہ واحد قانون ہے جس کو پاکستان میں غلط استعمال کیا جارہا ہے۔ ایک مصدقہ سروے رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 60 فیصد جھوٹے مقدمات درج ہوتے ہیں۔ آخر ان مقدمات کے غلط استعمال کے بارے میں کیوں نہیں سوچا جاتا؟

اسی ضمن میں معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن اپنے گرانقدر مضمون ''ناموس رسالت کا فیصلہ'' میں لکھتے ہیں:

''اس حل سے ہمیں اختلاف ہے اور یہ رائے کوئی نئی نہیں ہے، اسے قانونِ تحفظ ناموس رسالت کو بے اثر بنانے والے دانشور اکثر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس (محترم جسٹس صاحب کی) رائے پر عملدرآمد کے بعد یہ قانون ''پاکستان پینل کوڈ'' کی زینت تو بنا رہے گا، لیکن عملی نفاذ کے اعزاز سے محروم رہے گا۔ اس کی مثال اس شیر کی سی ہوگی کہ جس کے دانت اور پنجوں کے ناخن جڑ سے نکال دیے جائیں، تو پھر شیر اور بھیڑ میں کوئی فرق نہیں رہے گا، بلکہ اگر مینڈھا بھاری جسم اور نوکدار سینگوں والا ہو، تو وہ شیر کو لہولہان بھی کرسکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان میں آئین سمیت دیگر قوانین کا استعمال بالکل ٹھیک ہورہا ہے، آئین کو منسوخ یا معطل کیا جاتا رہا، بے اثر بنایا گیا تو کیا اب ہمیں آئین کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا آئے دن عدالتوں میں جھوٹی مشتبہ شہادتیں نہیں دی جاتیں، کیا اس کی پاداش میں اُن گواہوں کو سزائیں دی جاتی ہیں؟

فرض کیجئے: دو گواہوں نے عدالت میں گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہمارے سامنے فلاں شخص کو قتل کیا ہے اور وہ گواہی جھوٹی ثابت ہوجاتی ہے، تو کیا ان دونوں گواہوں کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔ بار بار صرف قانونِ تحفظِ ناموس رسالت کے لئے یہ اصول تجویز کیا جاتا ہے کہ اہانت رسول کے مرتکب شخص کے خلاف جس نے گواہی دی ہے، اگر اس کی گواہی جھوٹی نکلتی ہے تو اسے اہانت رسول کی سزا دے دی جائے۔

ہمارے دیہی معاشرے میں تو آئے دن ایسا ہوتا ہے کہ جس خاندان کا کوئی فرد قتل ہوا ہے، وہ حقیقی قاتل کے خلاف ایف آئی آر درج نہیں کراتے، بلکہ اس خاندان کے سب سے طاقتور اور بااثر شخص کے خلاف ایف آئی آر درج کراتے ہیں تاکہ پورا خاندان اپنے سرپرست سے محروم ہوجائے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ فرض کریں: قتل کی سچی چشم دید گواہی دینے والوں کی گواہی وکلا کی ماہرانہ جرح کے سبب عدالت کے معیار پر پوری نہ اتری، پھر اسے رد کردیا گیا اور مجرم چھوٹ گیا، تو کیا اب ان سچے گواہوں کو محض عدالتی معیار پر گواہی کے قبول نہ ہونے پر سولی چڑھا دیا جائے گا۔ خدارا! انصاف کیجئے! ایسے لوگ ہم نے علما کے بھیس میں بھی دیکھے ہیں، جن کے نام یورو اور ڈالر جرمنی اور امریکہ کی ویب سائٹس پر موجود ہیں اور جو بظاہر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامت تک کوئی جرأت نہیں کرسکتا کہ قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کو کوئی تبدیل کرے، مگر جھوٹے الزام لگانے والے کو وہی سزا دی جائے جو توہین رسالت کی ہے اور یہی بات جج صاحب نے لکھی ہے، یہ کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ یہ قانون تحفظ ناموس رسالت کو بے اثر بنانے کے مترادف ہے۔ ایسے کسی مفروضہ قانون کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی کھلی آنکھوں سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور شعائر دین کی توہین ہوتے ہوئے دیکھے، تب بھی ایف آئی آر درج کرانے اور عدالت میں گواہی دینے سے اجتناب کرے گا کہ کہیں وکلا کی حجت بازیوں کے سبب کل عدالت اسے ہی سزائے موت کا حقدار قرار نہ دے دے۔

اس کے لئے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 پہلے سے موجود ہے، اس میں درج ہے: ''ایسی صورت میں کہ ایک شخص نے جان بوجھ کر کسی کے خلاف غلط مقدمہ دائر کیا ہے، اسے چھ ماہ قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ یہ جرم ''قابل دست اندازی پولیس'' نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پولیس ازخود دفعہ 182 کا مقدمہ درج نہیں کرسکتی۔ عدالت کے سامنے پولیس یا کسی شخص کی شکایت کی صورت میں

عدالت اس کا حکم دے گی"۔ کوئی ہمیں بتائے کہ قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک تعزیراتِ پاکستان کی اس دفعہ کا اطلاق مختلف مقدمات میں گواہی دینے والے کتنے لوگوں پر کیا گیا ہے؟ مزید یہ کہ اس دفعہ میں "جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینے" کی کڑی شرط ہے۔ اگر اس دفعہ کا بھی اطلاق کرنا ہو تو پھر ملک بھر میں چلنے والے تمام مقدمات پر کرنا پڑے گا، مسلمان قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کے بارے میں جانبدارانہ قانون کو کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔

(روزنامہ دنیا، 21 اکتوبر 2017ء)

حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے معروف مذہبی اسکالر جناب ڈاکٹر انیس احمد اپنے گرانقدر مضمون "تحفظ ناموسِ رسالت اور ہماری ذمہ داری" میں لکھتے ہیں:

"24 نومبر 2010ء کو پارلیمنٹ میں جو بل داخل کیا گیا ہے اس میں محرک نے یہ درخواست کی ہے کہ مروجہ قانونِ توہینِ رسالتؐ 295-C اور اس سے متعلق دیگر دفعات میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں۔ بل میں جو تبدیلیاں تجویز کی گئی ہیں ان کا مقصد ترمیم نہیں، بلکہ اس قانون کی عملی تنسیخ ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترمیم کی ضرورت پر غور کرلیا جائے۔ ترمیم کا عمومی مقصد قانون کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے کسی ایسے پہلو کا دُور کرنا ہوتا ہے جو قانون کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کررہا ہو یا کسی ایسے پہلو کی تکمیل مقصود ہو جو مروجہ قانون میں رہ گیا ہو۔ اس حیثیت سے اگر حالیہ قانون کی دفعہ 295-C اور مجوزہ ترمیم کے الفاظ کا مقابلہ کیا جائے تو صورتِ حال کچھ مختلف نظر آتی ہے۔ مروجہ قانون میں B-295 میں ارتکابِ جرم کرنے والے کے لئے سزا عمر قید ہے، shall be punishable with imprisonment to life ۔295 میں الفاظ ہیں: shall be punished with death جب کہ مجوزہ بل میں 295-B کے لئے جو متبادل الفاظ تجویز کئے گئے ہیں وہ ہیں: shall be punishable with imprisonment of either description for a term which may extend to five years or with fine or both. اسی طرح 295-C کے لئے جو متبادل الفاظ تجویز کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: shall be punishable with imprisonment of either description for a term which may extend to ten years or with fine or with both.

گویا دونوں مجوزہ دفعات میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف قید کی مدت، یعنی 295-B میں حد سے حد پانچ سال، 295-C میں حد سے حد 10 سال! جو بھلا انسان بھی باہوش وحواس اس تقابل کو دیکھے گا وہ یہی کہے گا کہ اس تجویز کا اصل کام 'تنسیخ' ہے ترمیم نہیں۔ واضح رہے کہ اس میں قید اور جرمانہ کے درمیان 'یا' کا رشتہ قائم کیا گیا ہے۔ گویا سزا کے بغیر صرف جرمانہ، جس کا بھی تعین نہیں کیا گیا ادا کرکے کوئی بھی شاتمِ رسولؐ اُمتِ مسلمہ کے جذبات کا خون اور اُن کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہے۔

اس تجویز میں ناموسِ رسالت کو پامال کرنے والے کے لئے قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کے فیصلے کی جگہ ملزم کو معصوم اور بے گناہ تصور کرتے ہوئے ساری ہمدردی اسی کے پلڑے میں ڈال دی گئی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناموسِ رسالت یا قرآن کریم کی بے حُرمتی کرنا ایک اتنا ہلکا سا جرم ہے کہ اگر حد سے حد پانچ سال یا 10 سال کی قید دے دی جائے یا صرف چند روپے جرمانہ کردیا جائے تو اس گھناؤنے جرم کی قرار واقعی سزا ہوجائے۔ یہ بھی نہ بھولئے کہ اس سزا کو چند لمحات بعد کوئی نام نہاد صدرِ مملکت معاف بھی کردے تو اُمتِ مسلمہ بری الذمہ ہوجائے گی! ہمارے خیال میں کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں رکھی جاتی کہ اگر اس کے نسب کے بارے میں ایک بُرا لفظ منہ سے نکالا جائے تو وہ کہنے والے کی زبان کھینچنے کو اپنا حق نہ سمجھے لیکن اگر قرآنِ کریم یا حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حملہ ہو اور کھلی بغاوت ہو تو 'رواداری' اور 'عفو ودرگزر' میں پناہ دی جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز پیش کرنے والوں کے خیال میں کسی کی عزت، جذبات، شخصیت اور مقام پر حملہ کرنا تو 'انسانی حق'، 'آزادیٔ رائے' اور 'اقلیتی حقوق' کی بنا پر ایک نادانستہ غلطی مان لیا جائے، اور جس پر یہ حملہ کیا جارہا ہے، جس کی شخصیت کو نشانہ بنایا جارہا ہے اس کے ساتھ اس زیادتی کو نہ ظلم کہا جائے، نہ اسے انسانی حقوق کی پامالی سمجھا جائے، بلکہ الزام تراشی کرنے والے کو معصوم ثابت کرنے اور جرم کی سنگینی اور گھناؤنے ہونے کو کم سے کم کیا جائے اور عملاً اس جرم پر گرفت ایک سنگین جرم بنادیا جائے۔ گویا:

"جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

یہ بل ملت اسلامیہ کے ایمان، حبِ رسولؐ اور عظمتِ قرآن کے ساتھ ایک ہتک آمیز مذاق کی حیثیت رکھتا ہے، اور اقلیتوں کے 'تحفظ' کے نعرے کے زور سے اُمت مسلمہ کی اکثریت کو بے معنی قرار دیتے ہوئے اس کی روایات اور قرآن وسنت کے واضح فیصلوں کی تردید بلکہ تنسیخ کرتا ہے۔

اس موقع پر یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ پاکستان ہی میں نہیں، پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان مسلم ممالک میں غالب اکثریت رکھتے ہیں غیر مسلموں کا تحفظ ان کا دینی فریضہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے ان کا ذمہ لیا ہے، اس لئے کوئی مسلمان ان کی جان، مال اور عزت کو اپنے لئے حلال نہیں کرسکتا لیکن کوئی شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم، اسے یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ برسرِ عام جب چاہے قرآن اور صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے حُرمتی کا مرتکب بھی ہو اور اس پر کوئی قانونی کاروائی بھی نہ کی جائے کہ ایسا کرنے سے بعض پڑوسی ناراض ہوجائیں گے۔

یہ پہلو بھی قابلِ غور ہے کہ بل میں 203-A میں یہ اضافہ کرنے کی تجویز کی گئی ہے کہ:

"Anyone making a false or frivolous accusation under any of the sections 295-A, 295 B and 295-c, of the Pakistan Penal Code shall be punished in accordance with similar punishment prescribed in the Section under which the false or frivolous accusation was made."

حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے ملک میں ایسے افراد قانون کی پاسبانی کا دعویٰ کرتے ہیں جو قانون کے بنیادی تصورات کو کھلے عام پامال کرنے پر آمادہ ہیں۔ ملزم کے ساتھ تمام تر ہمدردی کے باوجود کیا 15 سو سال میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش کیا جاسکتا ہے کہ ایک شخص نے کسی پر بدکاری کا الزام لگایا جس کے ثابت ہونے کی شکل میں بدکار کو سنگسار کیا جانا تھا لیکن الزام ثابت نہ ہوسکا تو الزام لگانے والے کو سنگسار کردیا گیا ہو۔ قذف کا قانون اسلامی قانون کا حصہ ہے لیکن وہ نصوص پر مبنی ہے اور صرف زنا کے ایک جرم کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ اتہام، جھوٹی شہادت وغیرہ تعزیری جرم ہوسکتے ہیں اور ان پر ضرورت اور حالات کے مطابق غور کیا جاسکتا ہے مگر جھوٹے گواہ کو ہمیشہ کے لئے ناقابلِ قبول گواہ قرار دینا اسلام کے تعزیری قانون کا حصہ ہے۔ لیکن جس طرح یہاں ان نامساوی چیزوں کو برابر برابر (juxtapose) کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قانون کا صحیح نفاذ نہیں بلکہ قانون سے جان چھڑانے کا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ جو تصور اس ترمیم میں پیش کیا گیا ہے کیا تمام تعزیری قوانین پر اس کا اطلاق ہوگا؟ اس کا اصولِ قانون وانصاف سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تو جنگل کے قانون کی طرف مراجعت کا نسخہ معلوم ہوتا ہے! کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ ہمارا حکمران طبقہ اس معاملے میں شاید اُس مقامِ زوال تک پہنچ گیا ہے جہاں عقل کا استعمال قابلِ دست اندازی پولیس جرم تصور کرلیا جائے گا؟

اسلامی قانون میں قذف کی سزا کی موجودگی میں نہ تو حد میں اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ قذف کے ملزم پر زنا کی حد جاری کی جاسکتی ہے۔ ایک پارلیمنٹ کے رکن کی جانب سے ردِعمل کی بنیاد پر یہ تجویز بنیادی انسانی حقوق اور قانون کے فطری اصولوں کے ساتھ گھناؤنا مذاق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو سمجھ بوجھ سے نوازے تاکہ وہ اپنی فکری غلطیوں کو محسوس کرسکے۔"

جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب نے اپنے فیصلہ میں حکومتی اداروں کو مختلف ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا کہ وزارت داخلہ اور دیگر متعلقہ ادارے فیس بک انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کرکے توہین رسالت پر مبنی اس شرانگیز ویب سائٹس کا مکمل خاتمہ کرائے اور یہ مطالبہ کرے کہ توہین اللہ رب العزت، توہین رسالت، توہین امہات المومنینؓ، توہین اہل بیت اطہارؓ، توہین صحابہ کرامؓ اور توہین قرآن پاک کی جسارت کرنے والے صفحات کو نہ صرف بند کیا جائے بلکہ فیس بک انتظامیہ ایسے مواد کو اپنی منفی فہرست میں شامل کرے، یہ کہ اس پہلو کو بھی اجاگر کیا جائے کہ اگر یہ مکروہ فعل اور ناپاک دھندہ نہ رکا تو پاکستان میں عوام سوشل میڈیا بشمول فیس بک کا بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہوسکتے ہیں اور مستقل پابندی بھی لگائی جاسکتی ہے۔ عدالت نے مزید ہدایت جاری کی کہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) ایک جامع اور مربوط تفصیلی ضابطہ کار وضع کرے جس کے تحت گستاخانہ صفحات / ویب سائٹس کی نشاندہی ہوسکے اور بلاتاخیر ضروری اقدامات کئے جاسکیں۔ چیئرمین پی ٹی اے ایک سائنسی طریقہ کار وضع کریں جس کے تحت عامتہ الناس کو گستاخی رسول اور فحش مواد کے سنگین فوجداری نتائج سے آگاہ کیا جاسکے اور اس

فتنہ گیری اور شرانگیزی کے خلاف ریاست کو مستقل بنیادوں پر ایک آتش دیوار (Firewall) کھڑی کرنی چاہئے۔ سیکرٹری وزارت داخلہ متعلقہ محکموں اور افراد کے تعاون سے ایک پینل/کمیٹی تشکیل دیں جس میں ملک کی نظریاتی، جغرافیائی اور انتظامی امور سے متعلق افراد شامل ہوں جو سوشل میڈیا سے گستاخانہ مواد کے خاتمے کے لئے ایک جامع مہم چلائے اور ایسے افراد کی نشاندہی کرے جو ایسے قبیح جرائم میں ملوث ہیں اور ایسے افراد کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکے۔ ایف آئی اے قانون کے مطابق ملزمان بلاگرز، جو پاکستان سے جا چکے ہیں، کے خلاف پیش رفت کرے اور اگر کوئی قابل گرفت شہادت میسر ہے تو ان بلاگرز کو واپس لایا جائے تا کہ ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی ہو سکے لیکن اس معاملے میں قانون کے مطابق سلوک کے اصول کو مدنظر رکھا جائے اور وزارت داخلہ ملک میں کام کرنے والی ایسی NGOs کی نشاندہی کرے جو ملک میں گستاخانہ مواد اور فحش مواد کی اشاعت و تشہیر کے ایجنڈا پر گامزن ہیں، تا کہ ایسی این جی اوز کے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکے۔

محترم جسٹس صاحب کے علم میں ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ بالا تمام احکامات کو نافذ کرنے والے اداروں نے نہ صرف درخور اعتنا نہیں سمجھا بلکہ انہیں ردی کی ٹوکری میں بھی پھینک دیا ہے۔ 10 سے زائد احکامات میں سے کسی ایک پر معمولی سا بھی عمل نہیں ہوا۔ اس کے برعکس آج بھی فیس بک پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، اہل بیت اطہارؓ اور قرآن مجید کی مسلسل توہین ہو رہی ہے۔ یہ سب وزارت داخلہ، ایف آئی اے اور پی ٹی اے کے علم میں ہے۔

آخر میں ایک اہم بات کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ زیر نظر فیصلہ محترم جسٹس صاحب کے نام سے حال ہی میں کتابی صورت (ناموس رسالت، اعلیٰ عدالتی فیصلہ از جسٹس شوکت عزیز صدیقی) میں شائع ہوا ہے جس میں ملک کے جید علما و دانشوروں نے تقاریظ کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح مختلف اہل قلم حضرات نے اپنے کالموں اور مضامین میں اس فیصلہ کو تاریخ ساز قرار دیتے ہوئے محترم جسٹس صاحب کو خوب خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ ان تمام حضرات نے فیصلہ پڑھے بغیر محض جسٹس صاحب کی خوشنودی میں تقاریظ اور کالم لکھے، ورنہ وہ فیصلہ کے پیرا نمبر 24 سے ضرور اختلاف کرتے اور اپنے تحفظات کا اظہار کرتے۔ محترم جسٹس صاحب نے بعض حضرات سے خود فرمائش کر کے اپنی ستائش میں کالم لکھوائے جیسا کہ معروف کالم نگار جناب ہارون رشید نے 22 جولائی 2018ء کو دنیا نیوز کے پروگرام تھینک ٹینک میں انکشاف کیا۔ حیرانی ہے کہ یہ فیصلہ صرف اُردو میں ہی جاری ہوا، پھر بھی اس کے چیدہ چیدہ صفحات پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی۔ اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے مذکورہ فیصلہ پڑھنے کے بعد ہی تقاریظ اور کالم وغیرہ لکھے ہیں تو پھر افسوس کے ساتھ کہنا پڑے گا کہ انہوں نے بھی قانون توہین رسالت کے مخالفین کے غیر آئینی اور غیر قانونی مطالبہ کی حمایت و تائید کی ہے۔ قل ھل یستوی الاعمی والبصیر افلا تتفکرون (الانعام:50)۞

بقیہ: مولانا رب نواز کا سانحہ ارتحال

ابتدا آپ کے ادارہ سے فرماتے اور پھر اگلے پروگراموں پر تشریف لے جاتے۔ غرضیکہ آپ اپنے زمانے کی تینوں بڑی جماعتوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، تنظیم اہلسنت پاکستان کے عمائدین کے میزبان ہوتے۔

مدرسہ تعلیم القرآن حفظ و ناظرہ سے شروع ہوا اور جامعہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اب بنین و بنات میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے آپ کو پانچ بیٹے عطا فرمائے، بڑے فرزند مولانا مفتی منیر احمد مدظلہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین قرار پائے۔ مدرسہ کا اہتمام و انصرام انہیں کے سپرد ہے۔ باقی فرزندان گرامی بھی محکمہ تعلیم میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

گزشتہ سال ۵ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ کو فالج کا اٹیک ہوا۔ علاج معالجہ کا سلسلہ جاری رہا، ایک سال کے بعد ۵ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴ نومبر ۲۰۱۸ء کو انتقال ہوا۔ جنازہ میں ہزاروں علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ، قرأ اور عوام نے شرکت کی۔ امامت کے فرائض مولانا مفتی منیر احمد مدظلہ نے سرانجام دیے اور فتح پور کے اپنے آبائی قبرستان میں رحمت خداوندی کے سپرد کیے گئے۔ راقم ۱۹ دسمبر ۲۰۱۸ء کو حاضر ہوا اور ان کے فرزندان گرامی سے ملاقات اور دعائے مغفرت کی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

تھالی کا بینگن

قصہ ایک جھوٹے مدعی نبوت کا

قسط:۵

الحاج اشتیاق احمد مرحوم

پیش گوئیاں:

مرزا قادیانی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا:

میری تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہے، مرزا کی موت تمام مرزائیوں کے مطابق ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اس طرح عمر ۶۸ سال بنی اور دو چار کم یا دو چار زیادہ سال تو ۶۴ یا ۷۲ بنتے ہیں۔ ۶۸ اور ۸۰ میں دو چار کا نہیں بلکہ بارہ سال کا فرق ہے، لہٰذا مرزا قطعاً جھوٹا آدمی تھا۔ گویا ان کے (جھوٹے) نبی صاحب کے جھوٹ سچ کا انحصار تاریخ پیدائش کے ریکارڈ پر تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کو آشکار کرنے کے لئے ان سے ایسے ناقص علم پر پیش گوئی کرائی۔

مرزائیوں کو جب مرزا کی کتابوں میں تاریخ پیدائش لکھی ہوئی دکھائی جاتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اُس زمانے میں تاریخ پیدائش کا ریکارڈ تو ہوتا ہی نہیں تھا۔ تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھ لیں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش درج نہیں ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین کی تاریخیں ملتی ہیں یا نہیں، تمام مشاہیر کی تاریخ پیدائش ان کی سوانح عمریوں میں درج ہے۔ وفات کی تاریخیں درج ہیں اور مرزائی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں تاریخ پیدائش لکھنے کا رواج نہیں تھا، یعنی سو سال پہلے رواج شروع نہیں ہوا تھا، چودہ سو سال پہلے رواج موجود تھا، یہ ہے مرزا کا کچا چٹھا۔

ذکر ہو رہا تھا مرزا کی اوٹ پٹانگ اور بے پر کی پیش گوئیوں کا، لیجیے ہم آپ کو ایک اور پیش گوئی کا دلچسپ حال سناتے ہیں۔ مرزا کی ہر پیش گوئی ہمیں یہ غور کرنے کی دعوت دیتی نظر آتی ہے کہ مرزا کیا تھا؟

مرزا کا ایک رشتہ دار احمد بیگ تھا، ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔ ایک بار وہ کسی کام سے مرزا کے پاس آیا۔ مرزا نے اس سے اس کی بیٹی محمدی بیگم کا رشتہ مانگ لیا۔ احمد بیگ بے چارہ تو اپنے کام سے آیا تھا اس نے فوراً رشتہ دینے سے انکار کر دیا اور وہاں سے لوٹ گیا۔ اس کے جانے کے بعد مرزا نے اسے ایک خط لکھا۔ خط کے الفاظ ذرا غور سے پڑھ لیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک سے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ آپ کی تمام نحوستیں دور کرے گا۔ اگر یہ رشتہ نہ ہوا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگا۔ یہ دونوں باتیں برکت اور موت کی ایسی ہیں کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم ہوسکتا ہے۔"

اس خط کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مرزا کے دعوے کے مطابق یہ بات اللہ تعالیٰ نے مرزا پر ظاہر کی اور اس پیش گوئی سے مرزا کے سچا یا جھوٹا ہونے کا پتا چل جائے گا۔

خط احمد بیگ کو ملا، اس نے پڑھا لیکن وہ بالکل نہ ڈرا اور اس نے مرزا کا مطالبہ ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر مرزا کو غصہ آ گیا، اب اس نے ایک اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار کے الفاظ بھی غور سے پڑھ لیں، مرزا نے لکھا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اس لڑکی کے لئے رشتہ طلب کرو اور ان سے کہہ دو کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا، اگر نکاح نہ کیا تو اس لڑکی کا انجام بہت بُرا ہوگا۔ جس دوسرے شخص سے اس کی شادی ہوگی وہ شادی کے دن سے ڈھائی سال کے اندر اور اس کا باپ تین سال کے اندر فوت ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ احمد بیگ کی بیٹی کو ہر ایک رکاوٹ دور کرنے کے بعد آخر کار اسی عاجز مرزا کے نکاح میں لائے گا (مطلب یہ کہ یہ شادی ہر حال میں ہو کر رہے گی چاہے کوئی لاکھ رکاوٹیں ڈالے) اور کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے اور یہ

ہماری پیش گوئی ہے۔ ہمارے سچ اور جھوٹ کو جانچنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔‘‘

اس اشتہار میں بالکل صاف لکھا ہے کہ محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے ہوکر رہے گا چاہے اس کی شادی کسی اور سے کردی جائے۔ تب بھی وہ آخرکار میرے نکاح میں آئے گی اور یہ کہ اس دوسرے شخص سے نکاح کی سزا ان لوگوں کو یہ ملے گی کہ نکاح کی تاریخ سے ڈھائی سال بعد اس کا خاوند اور نکاح کی تاریخ سے تین سال بعد اس کا باپ یعنی محمدی بیگم کا باپ فوت ہوجائے گا۔ یہ سب باتیں مرزا کے سچا ہونے کی دلیل ہوں گی اور یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مرزا نے مزید وضاحت کے لئے یہ بھی لکھا:

(۱)......مرزا احمد بیگ پورے تین سال بعد فوت ہوگا۔

(۲)......لڑکی کا خاوند ڈھائی سال کے اندر فوت ہوگا۔

(۳)......احمد بیگ اپنی بیٹی کی شادی کے دن تک فوت نہ ہوگا۔

(۴)......لڑکی بھی نکاح ہونے، بیوہ ہونے اور دوسرا نکاح ہونے تک فوت نہ ہوگی۔

(۵)......میں بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہوں گا۔

(۶)......پھر یہ کہ اس عاجز سے اس کا نکاح ہوجائے گا۔

پیش گوئی کے یہ چھ حصے غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ اب سنئے! محمدی بیگم کے باپ پر اس اشتہار کا بھی ذرا اثر نہ ہوا، وہ مرزا کو پکا جھوٹا سمجھتا تھا، اس لئے ٹس سے مس نہ ہوا۔ اس نے اپنی بیٹی محمدی بیگم کا نکاح مرزا سلطان محمد سے کردیا۔ مرزا اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا۔ اس کی دھمکیاں، پیش گوئیاں، اشتہار بازی اور کوششیں، سب دھری کی دھری رہ گئیں۔

پھر مزے کی بات یہ کہ مرزا سلطان محمد کی موت کی پیشگوئی ڈھائی سال کے اندر پوری ہونے کی تھی وہ زندہ سلامت رہا۔ اس کا نکاح محمدی بیگم سے ۱۷؍اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا اور مرزا ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ گویا مرزا کی زندگی میں محمدی بیگم بیوہ بھی نہیں ہوئی، اس کے نکاح میں تو کیا آتی۔

اس سلسلہ میں مزیدار بات یہ ہوئی کہ جب نکاح کو ڈھائی سال گزر گئے تو لوگوں نے مرزا کا خوب مذاق اڑایا اور کہا: مرزا صاحب! آپ نے تو پیش گوئی کی تھی کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہوا تو وہ شخص نکاح کی تاریخ سے ڈھائی سال بعد فوت ہوجائے گا لیکن وہ تو زندہ سلامت ہے۔ مرزا کیا جواب دیتا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ جھوٹ کے پاؤں جو نہیں ہوتے تاہم اس کے بعد بھی اس نے اپنی یہ کوشش جاری رکھی۔ مرزا سلطان بیگ کو دھمکیاں دیتا رہا کہ محمدی بیگم کو طلاق دے دو، اس دوران اس نے ایک بار پھر یہ بھی اعلان کیا:

’’آخرکار اللہ تعالیٰ اس لڑکی کو میری طرف لائے گا، کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔‘‘

اس میں تو شک نہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ٹال سکے اور اللہ کی باتیں ہی تھیں کہ مرزا کے نکاح میں محمدی بیگم آ ہی نہیں سکی۔ اللہ تعالیٰ کو تو دنیا پر ظاہر کرنا تھا کہ مرزا کتنا جھوٹا ہے۔ افسوس! مرزائیوں کی عقلوں پر پردے پڑ گئے، وہ ان باتوں پر غور کرنے کے لئے تیار تک نہیں ہوتے۔

پیش گوئی کا ایک جملہ پھر ذہن میں دہرا لیں:

’’اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ احمد بیگ کی بیٹی کو ہر ایک رکاوٹ دور کرکے میرے نکاح میں لائے گا اور یہ میرے سچا ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہوگا۔‘‘

لیکن یہ نکاح نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کچھ بھی مقرر نہیں فرمایا تھا۔ مقرر فرمایا ہوتا تو نکاح ہوکر رہتا، لیکن مرزا کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ پیش گوئی بہت بڑا ثبوت بن گئی۔

اسی قسم کی ایک پیش گوئی مرزا نے ۱۸۹۳ء میں کی، ہوا یہ کہ مرزا نے عیسائیوں سے مناظرہ طے کیا۔ اس مناظرے میں مرزا اپنی پوری کوشش کے باوجود عیسائی مناظر کو شکست نہ دے سکا۔ مناظرہ پندرہ دن تک جاری رہا، اب اسے اور تو کچھ نہ سوجھی، شرمندگی مٹانے کے لئے یہ اعلان کیا:

’’آج مجھ پر جو ظاہر ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق جھوٹ بول رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسے سخت ترین ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ جو شخص سچ پر ہے، اس کی عزت ہوگی، اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی تو میں سزا کے لئے تیار ہوں۔ مجھے ذلیل کیا جائے، گلے میں رسا ڈال کر مجھے پھانسی دے دی جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔‘‘

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی پروگرامز

جنوبی پنجاب کے علاقہ مظفر گڑھ میں ۲۳ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو ملین مارچ تجویز کیا گیا۔ عمائدین جمعیت کے حکم پر شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے اپنے تمام تبلیغی پروگرام کینسل کردیئے اور ملین مارچ کی کامیابی کے لئے شب و روز محنت میں مصروف ہوگئے۔ لاہور کے مبلغ مولانا عزیز الرحمن ثانی نے ایک ہفتہ مولانا محمد اسحاق ساقی، مولانا مفتی محمد راشد مدنی نے اپنے اپنے علاقوں میں شب و روز محنت کی اور اپنے اپنے حلقوں سے قافلے تیار کئے۔ راقم نے ۱۸ سے ۲۳ر دسمبر تک اپنے اوقات ملین مارچ کے لئے ارباب جمعیت اور مجلس کے سپرد کردیئے۔ چنانچہ ۱۸ر دسمبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے مدرسہ ضیاء العلوم ظریف شہید کے طلبا و اساتذہ سے خطاب اور ناظم جامعہ سے مارچ میں شرکت کے لئے مشاورت کی۔ اسی روز ۱۱ سے ۱۲ بجے جامعۃ الرحمن لودھراں میں مولانا مفتی عبدالصمد کی دعوت پر منعقد ہونے والے علماء کنونشن میں شرکت کی۔ جس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لودھراں ضلع کے امیر مولانا محمد میاں مدظلہ نے کی۔ کنونشن سے مولانا سیّد احمد سعید کاظمی، مولانا مرتضیٰ، مولانا محمد عباس اور راقم الحروف نے خطاب کیا اور ملین مارچ میں شرکت کے لئے پروگرام کا جائزہ لیا گیا۔ کنونشن سے فراغت کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ جامعہ سراج العلوم لودھراں میں مہتمم جامعہ سے مشاورت جاری رہی۔

اسی روز ظہر کی نماز کے بعد مدرسہ صدیقیہ اکبر ٹاؤن مبارک پور ضلع بہاولپور کے زیر اہتمام منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس میں نعتیہ کلام کی سعادت علاقہ کے معروف ثنا خواں جناب حضور احمد عنصر نے حاصل کی، جبکہ کانفرنس سے محمد اسماعیل شجاع آبادی اور جامعہ شیخ درخواستیؒ راجن پور کے مہتمم مولانا سیف الرحمن درخواستی نے خطاب کیا۔ بستی تحصیل احمد پور شرقیہ میں مولانا قاری مشتاق احمد کے قائم کردہ مدرسہ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد ناموس رسالت کے عنوان پر بیان کیا۔ قاری مشتاق احمد ہمارے مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد کے تعلیم کے زمانہ کے ساتھی ہیں اور علاقہ میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد کچہری والی مسجد جلال پور پیروالا کے نمازیوں سے ناموس رسالت اور ملین مارچ کے حوالہ سے خطاب کیا۔ مسجد کا اہتمام والنصرام نرالا سوئٹ اینڈ بیکرز کے جناب محمد اسحاق نعمانی فرمارہے ہیں۔ تبلیغی ماحول اور بیرون ملک سے آنے والی تبلیغی جماعت کے رفقاء نے ایثار سے کام لیتے ہوئے بیان کا موقع دیا اور عشاء کی نماز کے بعد شہر کی وسیع و عریض جامع مسجد تقویٰ میں علماء کرام کے اجتماع سے اور نمازیوں سے خطاب کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے شجاع آباد جمعیت کے امیر خواجہ عبدالمالک صدیقی، جمعیت ملتان کے متحرک و فعال راہنما ضلعی ناظم انتخابات جناب زاہد مقصود قریشی اور محمد زاہد نے خصوصی شرکت کی۔ جلال پور پیروالا شہر کے امیر مولانا حبیب اللہ رفیق، جامعہ رحمانیہ کے صدر مدرس قاری محمد امین مجلس احرار اسلام کے جناب عبدالرحمان جامی، مدرسہ فاروقیہ صوت القرآن کے قاری محمد مروان نے بھی شرکت کی۔

فتح پور مدرسہ تعلیم القرآن: ۲۰ر دسمبر کو عصر کی نماز کے بعد مدرسہ تعلیم القرآن فتح پور جس کے بانی حضرت مولانا رب نوازؒ تھے، جن کا چند روز پہلے انتقال ہوا۔ ملین مارچ کے سلسلہ میں آدھ گھنٹہ تقریباً بیان ہوا اور بیان کے آخر میں حضرت مولانا رب نوازؒ کو ختم نبوت کے سلسلہ میں ان کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور دعائے مغفرت کی۔

جامعہ مسجد نور کہروڑ میں خطاب: مغرب کی نماز کے بعد مسجد نور المعروف بھڈیاں والی لعل عیسن کہروڑ پکا میں ناموس رسالت کے قانون اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور علماء حق کی عظیم الشان خدمات پر انہیں شاندار خراج عقیدت پیش کیا اور ۲۳ر دسمبر مظفر گڑھ کے ملین مارچ میں شرکت کی دعوت دی۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے سابق ایڈیٹر جناب حافظ محمد حنیف سہارن پوریؒ کے قریبی عزیز اور دوست حافظ خلیل احمد سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حافظ

صاحبؒ کا ذکرِ خیر کافی دیر تک جاری رہا۔

جامع مسجد کرنال لیہ: بیان و طعام سے فارغ ہو کر لیہ کا سفر کیا۔ جہاں ہمارے حضرت خاکوانی صاحب دامت برکاتہم کے مجاز جناب ماسٹر محمد شفیق مدظلہ انتظار فرما رہے تھے۔ رات قیام و آرام جامع مسجد کرنال والی لیہ کے مہمان خانہ میں رہا اور صبح کی نماز کے بعد راقم نے جامع مسجد مذکور میں درس حدیث دیا۔ عنوان ''ناموس رسالت اور اس کے تحفظ کے قانون کی اہمیت'' تھا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد مدرسہ اسلامیہ سراجیہ محلہ عیدگاہ قاری مولانا احسان اللہ فاروقی صاحب میں طلباء و اساتذہ کرام سے خطاب کیا اور جمن شاہ کی طرف سفر کیا۔

گلشن عمر فاروق: میں علماء کرام کے کنونشن میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ گلشن عمر فاروقؓ چک نمبر ۱۶۰ جمن شاہ میں علاقہ کے معروف عالم دین مولانا محمد رمضان رحمانیؒ نے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت گلشن کی آبیاری مولانا قاری محمد خالد محمود فرما رہے ہیں۔ کنونشن کا آغاز قاری عبدالشکور کی تلاوت سے ہوا۔ ابتدائی گفتگو اور کنونشن کی غرض و غایت مولانا اصغر تمیمی نے فرمائی۔ قاری منور حسین، قاری عبدالوہاب، مولانا محمد اقبال، مولانا محمد حنیف، قاری صدیق الرحمن، مولانا عبدالرؤف، قاری غلام نبی، قاری عبدالمالک، قاری خالد محمود مدیر گلشن عمر فاروق نے کنونشن کی غرض و غایت اور تحریک ناموس رسالت کی کامیابی کے لئے تجاویز ارشاد فرمائیں، تفصیلی بیان راقم محمد اسماعیل شجاع آبادی کا ہوا اور کنونشن میں ملین مارچ مظفرگڑھ کی کامیابی کے لئے اب تک ہونے والی مساعی جمیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ملین مارچ کی کامیابی کے لئے دعا کی گئی اور نماز ظہر ادا کی نماز کے بعد مولانا محمد ساجد کا بیان ہوا۔

متحدہ مجلس عمل کے اجلاس میں شرکت: ۲۰؍دسمبر کو ہی جمعیت علماء اسلام کے دفتر واقع چوبارہ روڈ لیہ میں متحدہ مجلس عمل کے راہنماؤں کے اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کے راہنما قاری منور حسین کی دعوت پر شرکت کی اور ناموس رسالت کی اہمیت پر خطاب کیا۔ چک نمبر T.D.A217 لیہ میں ختم نبوت کانفرنس ۲۰؍دسمبر مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوئی، جس میں جناب عبدالمجید خدامی نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ مولانا محمد ساجد، مولانا محمد طارق اور راقم محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ رات ضلع لیہ و بھکر کے مبلغ مولانا محمد ساجد کے مکان پر گزاری اور ان کے لئے مکین کی دعا کی گئی۔

جامع مسجد عیدگاہ شالی جنڈانوالہ: جنڈانوالہ میں حضرت مولانا محمد یوسف مدظلہ قدیم جماعتی ساتھی ہیں۔ دارالعلوم کبیر والا سے ۱۹۶۰ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ ہمارے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی علی محمد، حضرت مولانا صوفی محمد سرور، حضرت مولانا منظور الحق، حضرت مولانا ظہور الحق رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ نصف صدی سے زائد عرصہ سے جنڈانوالہ میں تبلیغی، تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا حکم اور خواہش ہوتی ہے کہ وقتاً فوقتاً مجلس کا کوئی نہ کوئی مبلغ ان کے شہر میں تشریف لائے ایک عرصہ تک راؤ عباس والی مسجد میں خطیب و امام رہے۔ اب مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث کے نام سے ادارہ چلا رہے ہیں۔ مذکورہ بالا نام حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ نے تجویز کیا جبکہ سنگ بنیاد مولانا غلام سرور جھب شالی نے رکھا۔ مدرسہ میں دو درجن سے زائد مسافر طلباء زیر تعلیم ہیں۔ جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد علی المرتضیٰؓ عیدگاہ شالی میں راقم نے دیا، جبکہ مولانا محمد ساجد نے علی خیل ایک دوسری مسجد الفلاح میں خطبہ دیا۔ جمعۃ المبارک سے فراغت کے بعد مقامی علماء کرام کا اجلاس بھی ہوا۔ نواں جنڈانوالہ میں مجلس کا یونٹ کام کر رہا ہے۔ عہدیداران حسب ذیل ہیں: سرپرست مولانا عبدالقیوم شاہ، امیر مولانا محمد ادریس، نائب امیر مولانا محمد عثمان، دوم مفتی محمد سلیم، ناظم اعلیٰ مولانا غلام علی، ناظم نشر و اشاعت محمد ارشاد، ناظم مالیات حافظ رب نواز۔

جامع مسجد الحسین فتح پور: مسجد ہذا کے بانی معروف خطیب خوش الحان مولانا قاری محمد حیات تونسوی ہیں۔ ان کے حکم پر جامع مسجد الحسین میں مرزا قادیانی کے دعاوی باطلہ اور ناموس رسالت کے عنوان پر بیان ہوا۔ تقریب کی صدارت مولانا قاری محمد حیات تونسوی مدظلہ نے کی۔ موصوف نے بتلایا کہ وہ ایک عرصہ تک جھنگ میں خطابات کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دورِ اقتدار میں معروف قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو یہودی نظریات کی وجہ سے نوبل پرائز سے نوازا گیا، چونکہ ڈاکٹر سام کا تعلق جھنگ سے تھا۔ اس نے اپنے والدین اور خاندان کے لوگوں کو ملنے کے لئے آنا تھا تو جھنگ میں اس کے اعزاز کے لئے

بڑی تقریبات رکھی گئیں تو علماء جھنگ نے احتجاجی جلسہ کا اعلان کیا، جس میں سینکڑوں سے متجاوز سامعین نے شرکت کی۔ حضرت مولانا سید صادق حسین شاہ بخاری شہید، حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم اور میرے (قاری محمد حیات) سمیت کئی ایک علماء کرام نے اشتعال انگیز تقاریر کیں اور کہا کہ اگر ڈاکٹر سام کو اسکولوں، کالجوں میں پھرایا گیا اور اس کو ڈگریاں دی گئیں تو حالات اور امن و امان کی ذمہ داری جھنگ کی انتظامیہ پر ہوگی۔ انتظامیہ نے راتوں رات تمام علماء کرام کو گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر پہنچادیا، جو شہر سے بہت دور تھا اور کوئی ہوٹل بھی قریب نہ تھا۔ دن چڑھے ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مذاکرات کے لئے آئے تو مولانا سید صادق حسین شاہ نے فرمایا کہ اس کے اعزاز میں کوئی نہ اٹھے۔ چنانچہ کوئی اس کے اعزاز میں کھڑا نہ ہوا، جس سے اس نے اپنی سبکی محسوس کی اور کہا کہ علماء کرام: میں بھی نہیں بیٹھتا اور کھڑے ہو کر آپ سے گفتگو کروں گا۔ آپ حضرات بھی کھڑے ہو جائیں۔ شاہ شہید کے علاوہ باقی حضرات کھڑے ہوگئے۔ ڈپٹی مارشل لاء نے کہا کہ ڈاکٹر سام کو جو اتنے بڑے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ یہ پاکستان اور جھنگ کے لئے اعزاز کی بات ہے۔ اس پر مفتی عبدالحلیم نے فرمایا: اس ایوارڈ سے جھنگ کو کیا فائدہ ہوگا؟ جس کا فوجی جواب نہ دے سکا۔ علماء کرام بضد رہے کہ اگر ڈاکٹر سام کو کچھ ہوگیا تو علماء کرام ذمہ دار نہ ہوں گے، بلکہ حکمران خود ہوں گے۔ لہٰذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فوجی صاحب اپنی ضد پر اڑے رہے تھے جبکہ علماء کرام اپنے ضد پر بالآخر طے ہوا کہ اسے جھنگ کی طرف سے کسی قسم کا اعزاز نہیں دیئے دیں گے۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ وہ اپنے گھر بغیر کسی پروٹوکول کے جائے گا، اپنے والدین اور خاندان کو مل کر واپس چلا جائے گا۔

ختم نبوت کانفرنس چوک اعظم: عشاء کی نماز کے بعد چوک اعظم کی جامع مسجد سیدنا فاروق اعظم میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت مولانا ابوبکر نے کی جبکہ مہمان خصوصی جناب عبدالرؤف نفیسی نمائندہ خصوصی روزنامہ اسلام و نوائے وقت تھے۔ تلاوت ونعت کے بعد مولانا محمد ساجد اور راقم کے بیانات ہوئے اور مظفر گڑھ میں ۲۳ر دسمبر کو منعقد ہونے والی ملین مارچ میں شرکت کی دعوت دی۔ رات کا آرام وقیام جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید میں رہا، جس کے بانی ہمارے استاذ جی مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالمجید فاروقی مدظلہ ہیں۔ بنین وبنات میں حدیث شریف کے دورے ہوتے ہیں۔

جامعہ احیاء العلوم مظفر گڑھ: جس کا تذکرہ کسی قریبی اشاعت میں گزر چکا ہے معلوم ہوا کہ ''چراغ تلے اندھیرا'' مظفر گڑھ شہر میں ملین مارچ کے لئے موثر آواز نہیں لگی تو راقم نے جامعہ کو اپنا مستقر بنا کر مظفر گڑھ شہر کی مساجد میں درس دیئے۔ چنانچہ ۲۲ر دسمبر ظہر کی نماز مرکزی جامع مسجد میں پڑھی اور راقم نے بیس منٹ بیان کیا۔ ملین مارچ کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے نمازیوں سے شرکت کی اپیل کی۔ نمازیوں نے بھرپور شرکت کا وعدہ کیا۔ نیز عصر کی نماز عثمانیہ مسجد میں بیان کیا۔ مغرب کی نماز جامع مسجد سیدنا علی المرتضیٰ میں پڑھی اور ناموس رسالت کی اہمیت اور اس کے قانون کی حفاظت کے لئے نمازیوں سے عہد لیا۔ مسجد علی المرتضیٰ کے بانی ہمارے شجاع آباد کے خواجہ عبدالغنیؒ تھے۔ اب اس کا نظم خواجہ محمد عثمان اور ان کے خاندان کے خورد وکلاں چلا رہے ہیں۔

مرکزی جامع مسجد محلہ لکراں میں: ۲۳ر دسمبر صبح کی نماز کے بعد مولانا اعجاز الحق کی دعوت پر بیان کیا۔ موصوف بھٹی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے خاندان میں درجنوں حفاظ کرام ہیں۔ مسجد ۱۳۰۱ھ میں بنائی گئی۔ مسجد کی دیواریں ۳۶ انچ چوڑی ہیں۔ ایک سو سات سال بعد اس کی چھت تبدیل کی گئی۔ مولانا اعجاز الحق کے پردادا کے زمانہ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی۔ موصوف چوتھی نسل ہیں، جو مسجد کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ اور لیہ کے پروگرام ملین مارچ کی دعوت دی گئی۔ ☆☆☆

بیاد خادم العلماء والصلحاء الحاج مستقیم احمد پراچہ رحمۃ اللہ علیہ
ہفتہ وار اصلاحی بیان بعد عشاء
بروز ہفتہ
بروز منگل
بمقام دھنی جامع مسجد پاکستان چوک کراچی
مستورات کے سننے کا بھی انتظام ہے
الداعی الی الخیر شعبہ نشر واشاعت درس کمیٹی دھنی جامع مسجد پاکستان چوک
رابطہ 0300-2276606 0321-8730063

جنیدِ وقت حضرت میاں عبدالہادی دین پوریؒ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

سیّدی و مرشدی حضرت سائیں عبدالہادیؒ دین پوری ۱۹ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۰۴ء شب جمعہ دین پور شریف کے بانی حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کی اہلیہ محترمہ ام المساکین کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اگر آپ کو مادرزاد ولی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، وہ اس لئے کہ جب آپ کی عمر مبارک اڑھائی سال کی ہوئی تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اندرون خانہ پیغام بھیجا کہ عبدالہادی کے دودھ کے اڑھائی سال مکمل ہوگئے ہیں، لہٰذا ماں کا دودھ چھڑا دیا جائے تو مائی صاحبہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ''عبدالہادی نے کل سے میرا دودھ چھوڑ دیا ہے'' جب آپ کی عمر مبارک پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو مدرسہ دین پور شریف میں میاں جی خیر محمدؒ کے پاس قرآن پاک پڑھنے کے لئے داخل کرا دیا گیا، جن سے آپ نے قرآن پاک پڑھا، بعد ازاں مولانا عبدالقادر دین پوریؒ، مولانا عبداللہ لغاری (تلمیذ رشید حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ) مولانا محمد سلیمانؒ، مولانا غلام صدیق حاجی پوریؒ فاضل دارالعلوم دیوبند سے عربی و فارسی کے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ تفسیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پڑھا اور دورۂ حدیث شریف ازہر ہند دارالعلوم دیوبند سے پڑھا۔

اصلاحی تعلق اپنے والد محترم حضرت بانی دین پور شریف، حضرت امروٹیؒ (مولانا شاہ تاج محمودؒ) اور حضرت لاہوریؒ سے رہا اور دین پور شریف میں تشریف لانے والے ۳۲ علماء و مشائخ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آزادی کی تمام تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک ریشمی رومال اگرچہ آپ کے ہوش سنبھالنے سے پہلے کی ہے، لیکن آپ اس کے عینی شاہدوں میں سے ہیں تحریک ترک موالات، تحریکہائے ختم نبوت میں بھی خوب حصہ لیا، بڑے حضرت دین پوریؒ کی گرفتاری کے بعد آپ نے لنگر کا سارا انظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

جمعیت الانصار قائم ہوئی تو آپ نے اپنے علاقہ میں جمعیت الانصار کا نظم اپنے ہاتھوں میں رکھا۔ آپ کا سیاسی تعلق اگرچہ جمعیت علماء ہند بعد ازاں جمعیت علماء اسلام سے رہا، لیکن احرار راہنماؤں سے قریبی تعلقات تھے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی تشریف آوری ہوتی رہتی تھی۔

آپ نے حضرت بانی دین پور شریفؒ کی وفات کے بعد خانقاہ میں سالانہ تبلیغی و اصلاحی اجتماع منعقد کرکے اس میں جہاں حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ کی تشریف آوری ہوئی۔ وہاں حضرت امیر شریعتؒ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ سمیت کئی ایک مبلغین ختم نبوت تشریف لائے۔

آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نہ صرف یہ کہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ مشائخ پنجاب کی خدمت میں حاضر ہوکر انہیں تحریک ختم نبوت کی سرپرستی کی استدعا فرماتے۔ بظاہر وہ تحریک گولی سے دبا کر ناکام بنادی گئی، لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں اور مبلغین نے ہمت نہ ہاری اور مسلسل ختم نبوت کی آواز بلند کرتے رہے اور قادیانیت کا بھرپور تعاقب جاری رکھا۔ اگرچہ محاذ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنما اور مبلغین ہوتے تھے لیکن ان کی پشت پر دیگر مشائخ کے علاوہ حضرت دین پوریؒ ثانی کی دعائیں بھی ان کی سرپرستی کرتی رہیں تا آنکہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں ۱۹۷۴ء کی تحریک چلی اور پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے ۱۳ روز تک قادیانی جماعتوں کے لیڈروں کو ڈیفنس کا موقع دیا اور قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ مجاہد تحریک ختم نبوت آغا شورش کشمیریؒ تحریک کی کامیابی کے بعد دین پور شریف مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے اور

حضرت والا کو تحریک کی مکمل روداد سنائی تو حضرت والا کی خوشی دیدنی تھی۔ قائد تحریک ختم نبوت شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ بھی تشریف لائے اور اللہ پاک کے فضل وکرم کی مکمل داستان سنائی۔ حضرت والا نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ راقم الحروف ۱۹۷۶ء میں رحیم یار خان میں مبلغ بن کر آیا اور اپنا اصلاحی تعلق بھی حضرت ثانی دین پوریؒ سے استوار کیا، جب بھی دین پور شریف حاضری ہوتی یا حضرت والا رحیم یار خان اپنے معالج ڈاکٹر محمد اخترؒ کے ہاں تشریف لاتے تو راقم سے نام بنام تمام قائدین و مبلغین کے حال واحوال دریافت فرماتے اور اس پر اظہار مسرت فرماتے اور ایسے ہی پنجاب کے بعض مقررین و خطباء نے حیات النبی جیسے اجماعی عقیدہ سے انحراف کیا اور علماء دیوبند کے عقائد و نظریات سے علیحدہ نظریہ پیش کیا تو حضرت ثانی سائیں اس سے آزردہ خاطر ہوتے۔

حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ دین پور شریف تشریف لائے تو حضرت والا نے ان کا خوب اعزاز و اکرام کیا۔ حضرت والا کی روحانی توجہات سے شیخ القرآن غلط نظریہ سے توبہ تائب ہوئے۔

حضرت اقدس دین پوریؒ (اول) نے اپنے آخری وقت میں حضرت ثانی سائیں کو بلاکر انہیں کچھ وصایا فرمائیں اور بار امانت حضرت والا کے سپرد فرما کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ ان وصایا میں ایک مدرسہ صدیقیہ دین پور شریف اور لنگر کے متعلق ہدایات ارشاد فرمائیں اور ۱۹۳۶ء کو اس دارفانی سے کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ثانی دین پوریؒ اپنی اُن خانقاہوں اور درگاہوں کا ازحد احترام کرتے تھے، جہاں سے حضرت خلیفہ صاحبؒ کو فیض ملا۔ چنانچہ آپ بھرچونڈی شریف، سوئی شریف اور پیر پگاڑہ کی درگاہوں کا بہت ہی احترام کرتے، ان کے سجادگان کا بھی بہت ادب واحترام کرتے۔ تحریک پاکستان میں اگرچہ آپ کے حلقہ کے بزرگ جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار اسلام تقسیم کو ملک کی تقسیم نہیں بلکہ مسلمانوں کی تقسیم قرار دیتے تھے، لیکن حضرت ثانی دین پوریؒ نے قرارداد پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔

حضرت ثانیؒ اپنے زمانہ کے بزرگوں، خطباء، علماء اور مبلغین کو بلاکر وعظ وتبلیغ کراتے، شاہ جیؒ کے بانی دین پور شریفؒ سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ بانی دین پورؒ کے بعد ان کے سجادہ نشین حضرت میاں عبدالہادیؒ نے ان تعلقات میں کمی نہ آنے دی بلکہ ان تعلقات کو برقرار رکھا۔ حضرت ثانی سائیں حضرت شاہ جیؒ کے مضافات دین پور میں جلسے کرواتے اور بنفس نفیس تشریف لے جاتے اور شاہ جیؒ کی خدمت میں ہدایا وتحائف پیش فرماتے، شاہ جیؒ جب دین پور شریف یا مضافات میں تشریف لاتے۔ تو حضرت ثانی دین پوریؒ ان کی خدمت میں تشریف لاتے حضرت ثانی ان کی خدمت میں شہد اور نقدی پیش فرماتے۔ ۱۹۷۳ء میں سیلاب آیا جس سے دین پور شریف کے اکثر مکانات گرگئے۔ صرف مسجد اور ایک آدھ کمرہ بچا۔ کراچی اور رحیم یار خان کے سیٹھ حضرات نے امدادی پیشکش کی۔ حضرت ثانی نے شکریہ کے ساتھ انکار فرمادیا۔ قائد تحریک ختم نبوت شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ تشریف لائے خانقاہ اور مدرسہ کے حالات دیکھ کر پچاس ہزار روپے کا چیک پیش کیا، آپ نے مروتاً رکھ لیا۔ بعدازاں واپس بھجوادیا اس طرح بہت سے مخلصین نے کپڑے، اجناس اور نقد بھجواتے واپس فرمادیا۔

آپ اپنے مکتب فکر کے علماء کرام اور مشائخ عظام کا بہت احترام فرماتے، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں نے حضرت والا کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ حضرت مفتی صاحب بھی جب جنوبی پنجاب کے دورہ پر آتے، دین پور شریف ضرور حاضری دیتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران بھی تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں آپ کو اسمبلی سے باہر پھینکوادیا گیا۔ اس کے بعد مفتی صاحب تشریف لائے۔ اثنائے گفتگو فرمایا کہ اگر ہم کسی وقت کوئی غلط نادانستہ طور پر کرنے لگتے ہیں تو آپ کی دعائیں حصار کا کام دیتی ہیں۔

خلفاء و مجازین: حضرت ثانیؒ نے اپنی زندگی میں اپنے فرزند اکبر حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ امام الہدیٰؒ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت اقدس میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ کو خلافت عنایت فرمائی۔ آخرالذکر کو شرف حاصل ہے کہ انہوں نے دس سال حضرت والا کی خدمت کی اور حضرت والا کی معذوری کی وجہ سے انہیں ان کے حجرہ میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ حضرت والا نے اتنے اوراد و وظائف کئے کہ ان کی حدت اور گرمی کی وجہ سے سخت ترین سردی کے موسم میں کئی کئی گھنٹے یخ بستہ پانی میں بیٹھ کر غسل فرماتے

پھر سکون نصیب ہوتا۔

آپ یومیہ دو پارے تلاوت فرماتے اور رمضان المبارک میں پندرہ پندرہ پارے بھی تلاوت فرماتے آخر عمر میں کمزوری بڑھ گئی اور بھی کئی عوارض نے آن گھیرا جب کوئی صحت کا پوچھتا تو فرماتے مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا۔ اگر کوئی عالم دین یا شیخ طریقت آپ سے پوچھتا تو اسے صحت و عافیت کی نہیں بلکہ صبر و شکر کی دعا کا فرماتے۔ آخری دنوں میں احباب جماعت کے مشورہ کے مطابق آپ کو رحیم یار خان میں ڈاکٹر محمد اخترؒ کے مکان پر منتقل کر دیا گیا۔ رمضان المبارک شروع تھا کہ آپ کو تکالیف و مصائب نے آن گھیرا۔ رمضان المبارک کا چودھواں روزہ تھا کہ آپ کو نماز اور تراویح کے لئے مسجد نہیں لے جایا جا رہا تھا۔ آپ کا اصرار تھا کہ مجھے دین پور شریف لے چلیں۔ جب کہ ڈاکٹرز کا تقاضا تھا کہ رحیم یار خان شہر میں علاج کی سہولتیں ہیں وہ گھر حاصل نہ ہوں گی۔ وفات سے چند منٹ پہلے فرمایا: مجھے اٹھا کر بٹھلاؤ! ڈاکٹروں نے سختی سے منع کر دیا، فرماتے کہ اٹھا کر بٹھلاؤ، پھر مصافحہ کے انداز سے ہاتھ اوپر کر لیا کہ کسی سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ مصافحہ کیا عالم بالا سے رابطہ ہو چکا تھا۔ بارہ بجے رات کے قریب غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت میاں مسعود احمد دامت برکاتہم اور قاری محمد صدیق نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع فرما دی۔ بارہ بج کر پچپن منٹ پر ۲۰/رمضان المبارک ۱۳۹۸ مطابق ۲۶/اگست ۱۹۷۸ء روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اگلے دن عصر کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ کی امامت میں ہزارہا علماء کرام، مشائخ عظام، قرأ حضرات اور ذاکرین سمیت عوام نے شرکت کی اور قبرستان دین پور میں والد محترم کے پہلو میں انہیں رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔ الحمدللہ! راقم کو وہ جنازہ کا منظر اور عظیم اجتماع یاد ہے۔ یہ مضمون جناب میاں خلیل احمد دین پوری کی طائر سدرہ سے ملخص کیا گیا۔

(نوٹ) حضرت ثانی دین پوریؒ کے دور میں ہر روز مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی ذکر ہوتا اور ذکر جہری سلسلہ قادریہ راشدیہ کے مطابق ایک تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی ابتدا میں ۱۱ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر حضرت قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمہ اللہ سمیت تمام مشائخ قادریہ کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ پھر تین مرتبہ پورا کلمہ طیبہ پڑھ کر ایک تسبیح لا الٰہ الا اللہ کی ایک تسبیح الا اللہ کی۔ ایک تسبیح اللہ کی اور ایک تسبیح ہو کی۔ آج تک یہی معمول چلا آ رہا ہے۔ حضرت ثالث میاں سراج احمد دین پوریؒ بھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے حضرت رابع موجودہ سائیں، حضرت میاں مسعود احمد دامت برکاتہم نے اپنے آباؤ و اجداد کے طرز کو سنبھالا ہوا ہے اور دین پور شریف میں اللہ ہو اور حق ہو کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ پاک ہمارے حضرت دین پوریؒ کی اس خانقاہ و درگاہ کو قیامت تک آباد و شاداب رکھیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

☆☆............☆☆

بقیہ:...... تھالی کا بینگن

عیسائی مناظر کا نام عبداللہ آتھم تھا، یہ پیش گوئی دراصل اس کے مرنے کی تھی، ہاویہ میں گرائے جانے کا مطلب تھا: جہنم رسید ہوگا۔

پھر ہوا یہ کہ پندرہ ماہ گزر گئے، عبداللہ آتھم زندہ رہا۔ اسے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہ پہنچی، مناظرے کے وقت وہ کمزور سا آدمی تھا اس مناظرے کے بعد صحت مند ہو گیا۔ شاید اس کی گری ہوئی صحت کو دیکھ کر ہی مرزا نے پیش گوئی کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ وہ پہلے سے بہتر ہو گیا۔ جب وہ نہ مرا اور لوگوں نے مرزا کا ایک بار پھر مذاق اڑایا تو مرزا نے نیا بہانہ گھڑا، لوگوں سے کہا:

”اس نے توبہ کر لی ہوگی، وہ دل میں ڈر گیا تھا۔“

لیکن جب لوگوں نے آتھم سے رابطہ کیا تو اس نے فوراً کہا کہ نہ میں ڈرا، نہ میں نے توبہ کی.... میں توبہ کس بات سے کرتا بھلا، خدا نے مرزا کو جھوٹا ثابت کر دیا۔

آتھم نے یہ اعلان اخبار میں شائع کروایا۔ اس کا مطلب صاف ہے، مرزا کا یہ کہنا کہ آتھم دل میں ڈر گیا تھا، اس نے توبہ کر لی تھی، یہ سب جھوٹ تھا۔ جھوٹے کے پاس جھوٹ کے سوا اور ہوتا ہی کیا ہے۔

دنیا میں جب بھی کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اسے ذلیل و خوار ہی ہونا پڑا۔ تمام جھوٹے نبیوں کی تاریخ پڑھ ڈالئے، سب کے سب ذلت کی موت مرے۔ (جاری ہے)

شیخ الحدیث حضرت مولانا حمد اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

استاذ العلماء حضرت مولانا حمد اللہ صاحب آف ڈاگئی کی وفات حسرت آیات کی خبر مجھے کراچی کے سفر کے دوران ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ ہمارے ان پرانے بزرگوں میں ایک اہم شخصیت تھے جنہیں عوام کے ساتھ ساتھ اہل علم میں بھی مرجع اور راہنما کی حیثیت حاصل تھی اور بہت سے مشکل معاملات و مسائل میں ان سے رجوع کر کے اطمینان ہو جاتا تھا کہ متعلقہ مسئلہ و معاملہ کا صحیح رخ کیا ہے۔ مجھے ان کی خدمت میں ڈاگئی حاضری کی سعادت ہوئی اور مختلف علمی و دینی محافل میں ان کے ساتھ استفادہ اور دعاؤں کا تعلق رہا۔

ایک موقع پر جب جمعیۃ علماء اسلام درخواستی گروپ اور فضل الرحمٰن گروپ میں تقسیم تھی، حضرت مرحوم کے ساتھ درخواستی گروپ کے ایک وفد میں بلوچستان کے چند روزہ دورے کی رفاقت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی موقع کی بات ہے کہ چمن میں سینکڑوں علماء کرام کے ایک اجتماع میں اسلامی معاشیات کے حوالہ سے ان کی وقیع علمی گفتگو سن کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کے بعد وہ پہلی شخصیت ہیں جن سے اسلامی معاشیات کے موضوع پر اس قدر جاندار علمی گفتگو سننے کو ملی ہے۔ میں نے حضرتؒ سے اس کا تذکرہ بھی کیا کہ آپ کا عمومی تعارف تو اس سے مختلف مسائل کے حوالہ سے ہے مگر آپ تو ہماری لائن کے بزرگ ہیں اور ہمیں ایسے سرپرستوں کی اشد ضرورت ہے۔ انہوں نے مسکرا کر اپنے ایک معاصر بزرگ کا نام لیا اور فرمایا کہ ان کی وجہ سے مجھے بعض مسائل میں الجھنا پڑا ورنہ میرا ذوق بھی یہی ہے۔

حضرت مولانا حمد اللہؒ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی اور زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ صوابی کے علاقہ میں پنج پیر، ڈاگئی اور شاہ منصور کے تین علمی مراکز دورۂ تفسیر قرآن کریم کے عنوان سے قرآن کریم کے علم و معارف کی تدریس و فروغ کے باب میں عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا حمد اللہ جانؒ کے اس علمی مرکز میں ہزاروں علماء کرام نے ان سے فیض حاصل کیا جو اب دنیا کے مختلف حصوں میں دینی خدمات میں مصروف ہیں اور حضرتؒ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات جنت میں بلند فرمائیں اور تمام تلامذہ، متعلقین اور اہل خاندان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام لاہور، ۱۵ر جنوری ۲۰۱۹ء)

تعلیمی اداروں میں قادیانیت کی پرچارک سے بازپرس کی جائے

ریجنل ڈائریکٹر کالجز کے نام کھلا خط

محترم و مکرم جناب ڈاکٹر معشوق علی بلوچ صاحب (السلام) علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقیناً آپ کے علم میں ہوگا کہ گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج الیون آئی نارتھ کراچی میں اردو کی لیکچرار قادیانی مبشرہ طاہر نے لیکچر کے دوران امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف اپنے کفریہ عقیدہ کا پرچار کیا اور طالبات کے احتجاج کے باوجود اپنے گمراہ کن عقیدہ پر اصرار کیا، جس پر طالبات کا مشتعل ہونا ایک فطری امر ہے۔ کالج کی انتظامیہ نے اگرچہ اس نازک معاملہ کو ٹھنڈا کر دیا ہے، مگر تا حال طالبات، ان کے والدین اور اہل کراچی کے مسلمانوں میں شدید اضطراب، بے چینی اور تشویش پائی جاتی ہے اور وہ مسلمان طلباء و طالبات کے دین و ایمان سے متعلق بہت زیادہ فکرمند اور پریشان ہو گئے ہیں۔

محترمی! آپ سے زیادہ کون جانتا ہوگا کہ قادیانی شرعی اور آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ”پکے مسلمان“ اور ہم سب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور اپنے کفریہ عقائد کی تشہیر اور پرچار کرنے کو اپنا مذہبی اور اولین فریضہ سمجھتے ہوئے اس کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کی رُو سے ان کے لئے ایسا کرنا جرم ہے، جس کی سزا تین سال قید ہے۔

ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مذکورہ قادیانی لیکچرار کے خلاف اس غیر قانونی اور غیر آئینی اقدام کرنے پر محکمانہ تادیبی کارروائی کی جائے اور اسے درس و تدریس کے مقدس شعبہ سے دور رکھا جائے، تا کہ اہل کراچی کے مسلمانوں میں اس حوالہ سے پائی جانے والی تشویش و اضطراب اور بے چینی دور ہو سکے۔

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	صفحات	رعائتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	1129	350
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	672	200
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	752	200
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	3240	1000
5	فتاویٰ ختم نبوت (تین جلدیں)	مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ	1644	1000
6	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 1	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	480	200
7	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 2	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
8	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 3	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	572	200
9	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 4	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	544	200
10	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 5	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	528	200
11	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 6	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	552	200
12	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 7	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	440	200
13	محاسبہ قادیانیت. جلد نمبر 8	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل		200
14	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2952	800
15	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	688	300
16	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1672	500
17	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	216	100
18	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	192	100
19	تذکرہ حکیم العصرؒ (مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	376	100
20	لولاک کا خواجہ خواجگانؒ نمبر	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	1008	300
21	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	296	100
22	مشاہیر کے خطبات ختم نبوت	جناب صلاح الدین بی، اے ٹیکسلا	312	100
23	قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمد عمران	352	200

نوٹ:...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطہ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 061-4583486